مجموعہ چھوٹی تقطیع کے موزون قالب مین شائع کیا ہے، امیر مرحوم نے متعدد واسوخت لکھے ہین اور لکھنو کے رنگ مین اچھے ہین، یہ مجموعہ امیر کے چھ واسوختون کا مجموعہ ہے، ابتدا مین مولوی محوی اور پروفیسر ثاقب کے مقدمے ہین،

۷۵ صفحے، قیمت ۴ر، دائرۂ ادبیہ لکھنو،

نورِ امید، جناب مولوی مظہر الدین احمد صاحب ایڈیٹر الامان نے اس رسالہ مین اسلام کے عروج وزوال کے اسباب سے بحث کی ہے، اور اسلام کی ازسرنو ترقی کے وجوہ وطرق بتائے ہین اور اسلام اور مغرب کی جمہوریتون کا باہم موازنہ کیا ہے، ۶۲ صفحے قیمت ۶ر، دفتر الامان، نگینہ (روہیلکھنڈ)

علی گڈھ میگزین، علی گڈھ کالج کا علمی رسالہ علی گڈھ میگزین اُردو کا ایک سخت جان رسالہ ہے جو کئی دفعہ مرمر کر جیا ہے، یہ فخر اسی کو حاصل ہے کہ مولانا شبلی مرحوم اور ڈاکٹر ارنلڈ کی اس نے کبھی سرپرستی حاصل کی تھی، سید صاحب کے عہد مین بھی یہ سرسبز وشاداب رہا، ایڈیٹر معارف کو بھی یہ شرف پہنچتا ہے کہ اُسکے ابتدائی مضامین سب سے پہلے اسی رسالہ مین چھپے تھے اسکے بعد یہ کچھ روپوش سا ہوگیا تھا، اب جب کالج یونیورسٹی بنگیا ہے تو پھر یہ رسالہ نئے کارکنون کے ہاتھون مین نئی زندگی کی کوشش کر رہا ہے، اربابِ ذوق اگر پھر اُسکی قدردانی کرین تو امید ہے کہ اردو رسائل کی صف مین اپنی کرسی پھر یہ حاصل کرلے قیمت ۵ر،

جلد ہفتم | ماہ شعبان ۳۹ھ مطابق اپریل ۲۱ء | عدد چہارم

مضامین

شذرات

حریت نسوان و مطالبہ حقوق نسوان سے متعلق انگلستان مین جو متعدد انجمنین اور مجالس قائم ہین، اُن مین سے ایک کا نام وِمینس فریڈم لیگ (انجمن حریت نسوان) ہے، ۱۳۰ اکتوبر سنہ گذشتہ کو اس انجمن کا جلسہ نمبر۴۴ ہائی ہلبورن مین منعقد ہوا، مسز میکلارن نے ایک طویل خطبہ ارشاد فرمایا، جسکا عنوان یہ تھا:-

"گھر مین باپ کا کوئی درجہ اگر ہے، تو کیا ہے؟"

اس جلسہ کی مفصل روئداد لندن کے مشہور روزنامہ ڈیلی ٹیلیگراف نے حال مین شائع کی ہے، مسز میکلارن کی تقریر کا خلاصہ یہ تھا کہ ایک نوجوان مرد نے ان سے اپنی یہ راے ظاہر کی تھی کہ والدون کو گھرون سے باہر نکال دینا چاہیئے، لیکن خود انکی راے اس باب مین اسقدر سخت نہ تھی، اُنکے نزدیک والدون کو اپنی اصلاح کا ایک اور موقع دینا چاہیئے، ہر نظام خانہ داری مین باپ کو جو افسر خاندان کی حیثیت حاصل ہوتی ہے اس دستور کو قطعاً جلد سے جلد بند ہو جانا چاہیئے، مسز موصوفہ کی تقریر کے بعد ایک نا کتخدا خاتون مس اندر وڈ نے فرمایا کہ یہ سنتے سنتے کان تھک چکے ہین کہ خاندان کا حاکم مرد کو اور محکوم عورت کو رہنا چاہیئے، جب تک مساوات کامل پر عملدرآمد نہو گا، اصلاح حال کی کوئی صورت

ممکن نہین - ایک اور شریک صحبت نا کتخدا خاتون مس ریلے نے ارشاد فرمایا کہ قانون کی رو سے مساوات کامل نافذ کرنا چاہیئے، اور سردست والدون کو گھرون مین رہنے کا موقع دینا چاہیئے، ایک صدی یا نصف صدی کے بعد عورت کی حکومت قائم ہو جائیگی -

---

ان تین تقریرون سے جلسہ کے رنگ کا کافی اندازہ ہو گیا ہوگا - یہ رائین انہین تین مقررون کی نہین، بلکہ سارے جلسہ کی ہین، اسلئے کہ صداے مخالفت ایک متنفس نے بھی بلند نہ کی، بلکہ مختلف طریقون سے سب نے داد ہی دی، اور تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد تالیون اور قہقہون کی گونج مقررون کی حوصلہ افزائی کرتی رہی - جلسہ کی روئداد مختلف انگریزی اخبارات مین شائع ہوئی، لیکن بجز دو ایک کے اور کسی اخبار نے بھی مقاصد جلسہ سے بزور اختلاف نہین کیا، ایسی حالت مین اگر اس راے کو انگلستان کے جمہور یا کم از کم اسکے ایک معقول حصہ کی راے کا آئینہ سمجھا جاے تو غالباً کسی قسم کی ناانصافی نہو، ہر شخص کا عمل خود اسی کے ساتھ ہے، اور ہر قوم اپنے عمل کی خود ہی ذمہ دار ہے، اتنو دوسرا کہ دنیا اخری انگلستان اگر اپنی فلاح و بہبود اسی مین سمجھتا ہے تو باہر والون کو مداخلت کا کوئی حق بھی نہین لیکن صرف اسقدر گذارش ہے، کہ اگر اسکے نوجوان طبقہ کی اس نظیر سے فائدہ اٹھا کر دوسری نوجوان قومین خود انگلستان کی حکومت و سلطنت، تہذیب و تمدن، قانون و معاشرت، تجارت و صنعت، زبان و ادب، علوم و فنون کے برخلاف، غدر و بغاوت پر کمر بستہ ہو جائین، تو شرط انصاف یہ ہے کہ اسے اس شے کا استقبال بھی تلوار کی جھنکار اور توپ کی گرج سے نہین بلکہ تالیون کے شور اور قہقہون کی گونج ہی سے کرنا چاہیئے -

---

الله، الله، طبائع انسانی کے اختلافات بھی کس درجہ حیرت انگیز ہین، ایک طرف
انسانون کی ایسی جماعت موجود ہے، جسکا اگر بس چلے تو والدین کا وجود ایک لمحہ کے لئے
بھی نہ باقی رہنے پائے، دوسری طرف اسی دنیا مین ایک ایسی آبادی بھی ہے جسکو ہر صبح
کی تلاوت مین یہ احکام موکدہ ملتے ہین کہ "خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور والدین کے
ساتھ سلوک کرتے رہنا۔" (بقر۔ رکوع ۱۰) "خدا کی عبادت مین کسی کو شریک نہ بناؤ اور والدین
کے ساتھ بہ حسن سلوک پیش آو۔" (نساء، ع ۶) "ہم نے انسان کو وصیت کر رکھی ہے کہ والدین
سے سلوک کرتا رہے۔" (لقمان۔ ع ۱) اس قسم کے احکام صرف ایک یا دو جگہ موجود نہین بلکہ
کم از کم دس بارہ مقامات پر ملتے ہین، اور عموماً اطاعت والدین کا یہ فریضہ، فریضۂ توحید
کے ساتھ ہی ساتھ ملتا ہے، جس سے بہ قدرۃ متبادر ہوتا ہے کہ توحید کے بعد انسان کا شاید
سب سے بڑا فریضہ یہی ہے، ایک جگہ یہانتک تصریح کر دی ہے کہ والدین اگر شرک پر مجبور
کرین تو اس باب مین بیشک انکی اطاعت نہ کرنا چاہیئے، با این ہمہ معاملات دنیوی مین
انکے ساتھ حسن سلوک برقرار رکھنا چاہیئے۔ (لقمان۔ ع ۲)۔

احادیث نبوی مین اس سے بھی زیادہ صراحت و تاکید موجود ہے، ایک حدیث مین
ہے کہ ایک شخص نے انحضرت صلعم سے عرض کیا کہ میرے پاس مال ہے اور میرا باپ اسکا حاجتمند ہے
آپ نے فرمایا "تو اور تیرا مال دونون تیرے باپ کی ملک ہین"، ایک دوسری حدیث مین ہے
کہ خدا کی خوشنودی والد کی رضامندی، اور خدا کی ناخوشی والد کی ناخوشی مین ہے، ایک اور
حدیث مین ہے کہ جنت کے دروازون کا عمدہ ترین دروازہ باپ ہے۔ یہ اسی تعلیم کا اثر ہے کہ
اسلامی لٹریچر کے شعبۂ اخلاق و ادب کی ایک ایک سطر اطاعت والدین کے مواعظ سے

لبریز ہے، ان مشرقی مواعظ، اور ایشیائی پند ناموں سے قطع نظر کرکے خود انجیل مقدس کا
جسپر لفظاً سارا مسیحی یورپ ایمان رکھتا ہے، درس یہ ہے کہ "اپنے ماں اور باپ کی عزت کر"
اور اس درس کی تکرار متی، لوقا، مرقس سب مین کیگئی ہے، لیکن ظاہر ہے کہ "عقلیت" کے
دور مین "نقل" سے استناد کرنا خود اپنی کم عقلی اور تاریک خیالی کا ثبوت دینا ہے۔

حریت نسوان و برکات تمدن جدید کے سلسلہ مین یورپ ہی کے بعض موجودہ ارباب
فکر و راے کی راے کا مطالعہ خالی از لطف نہوگا۔ مسٹر فریڈرک ہیریسن انگلستان کے نہایت
نامور ادیب و اہل قلم ہین، جو انیسوین صدی کے وسط سے علم و ادب کی خدمت مین مصروف
ہین، اور جنکی ادبی شہرت سے شاید ہی کوئی انگریزی خوان ناآشنا ہو، مذہباً وہ مسیحی نہین،
بلکہ ایک آزاد خیال شخص ہین۔ فلسفۂ پازیٹوزم کے بانی آگسٹ کومٹ کے پیرو ہین اور
مل، اسپنسر، ہکسلے، وغیرہ کے خاص دوست و رفیق رہ چکے ہین، انکی عمر اب ۹۰ سال تک
پہنچ چکی ہے، اور حال مین جب انکی سالگرہ کا دن آیا تو متعدد اخبارات و رسائل نے اپنے
اپنے نمایندے انکی خدمت مین شرف باریابی کے لئے بھیجے، ٹائمس کے نمایندہ سے انھون نے
مفصل گفتگو کی، اور اس دوران مین الفاظ ذیل ارشاد کئے:۔

"اس سلطنت (انگریزی) بلکہ کل مغربی تمدن کا مستقبل قریب نہایت نازک بلکہ
خطرناک حالت مین ہے، قوت و اقتدار کا ان عوام کے ہاتھہ مین آجانا جو اخلاقی و ذہنی
کسی حیثیت سے بھی حکومت کی صلاحیت نہین رکھتے، قحط البغاوت و انقلاب کا پیش خیمہ ہے،
مین اپنی ساری عمر اس امر کا شدید مخالف رہا ہون کہ سیاسی قوت کی باگ عورتون کے
ہاتھہ مین آئے، بلکہ اس امر کا بھی کہ عورتین مردون کے خدمات و فرائض انجام دینے لگین،

اور مین اسوقت اپنی رائے مین ایک ذرہ تغیر کرنے کی وجہ نہین پاتا، عورتون کو انتہو سادی سیاسی حقوق حاصل ہوگئے ہین، اسوقت کوئی کوشش انکی جانب سے اسکی ہورہی ہے کہ نظام خاندان کو تباہی سے، اور دستور نکاح کو انحطاط سے بچایا جائے؟ . . . . عورت کا اصلی فرض صرف یہ ہے کہ مرد کی اخلاقی و روحانی دنیا کو منور رکھے، اور آیندہ نسل کی تعلیم و تربیت، پرورش و پرداخت مین مصروف رہے"

یہ خیالات ایک ممتاز عالم و سنجیدہ مصنف کے تھے، جو ۴۰ صدی سے علمی خدمات مین مشغول ہے، اسکے پہلو بہ پہلو مشہور ہفتہ وار اخبار نیشن کے، جس نے اپنی سنجیدگی و اصابت رائے کی بنا پر اپنے لئے ایک خاص رفعت پیدا کرلی ہے، بھی بعض خیالات سے خبردار ہو رہنا چاہئے۔ ایک تازہ اشاعت مین لکھتا ہے:۔

"چہ برس ہوگئے ہین کہ کسی مسیحی قوم کو ایک بھی مسیحی عمل کی توفیق نہین ہوئی ہے، نہ بجز وقتی حاجت براری کے کسی اور مقصد سے کبھی کوئی مسیحی کلمہ زبان تک آیا ہے، سچ یہ ہے کہ ہماری زبانی مسیحیت جسکے بالکل مخالف ہمارا طرز عمل رہتا ہے، بجائے مفید ہونے کے ہمارے لئے مضر پڑرہی ہے اسلئے کہ جون جون ہم اسے جنگ و جدل کے لئے ایک آڑ بناتے جاتے ہین، اور مذہب کو اپنی حرص و طمع کیلئے نئی بناتے جاتے ہین، ہماری روحون پر مکر و فریب کی تہ گہری ہوتی چلی جاتی ہے، مسیحیت کا مسکن خالص روحانی کا مسکن ہے جسمین صرف منکسر و متواضع اشخاص کا گذر ہوسکتا ہے، بخلاف اسکے ہم لوگ اپنی شان و شوکت کی عمارات خود پسندی اور دوسرون کی حق تلفی کی بنیادون پر کھڑی کرنا چاہتے ہین . . . . بہتر ہوگا کہ ہم اعلان کردین کہ ہمارے معبود خدائے مسیح نہین بلکہ شیطان اور طمع و جبر کے دیوتا ہین"

کیا ان خیالات کی نشر و اشاعت دنیا کے کسی فرقہ، کسی طبقہ، کسی جماعت کے ساتھ بیوفائی، غداری و بدخواہی کہی جاسکتی ہے؟

مقالات

اسلام کا اثر یورپ پر

(۱)

تمدنی اثرات

از مولوی قاضی احمد میان صاحب اختر جوناگڈہی

اُمید ہے کہ ہمارے ناظرین نے قاضی صاحب کے متعدد علمی مضامین اُردو رسائل مین پڑہے ہونگے، قاضی صاحب کو علمی مباحث سے خاص ذوق اور دلچسپی ہے، وہ عربی کے عالم اور انگریزی زبان سے واقف ہین، نظامی پریس اُردو مین ایک محققانہ رسالہ لکھا ہے، آجکل وہ ابن صاعد اندلسی کی طبقات الامم کا اُردو مین ترجمہ کر رہے ہین جو علوم و فنون کی تاریخ مین عربی زبان کی سب سے بہتر کتاب ہے،

ذیل کا مضمون جو دو تین نمبرون مین شایع ہوگا، قاضی صاحب نے بڑے استقصاء سے لکھا ہے اور اپنے دعوؤن کو خود یورپین مورخین کے اعترافات سے ثابت کیا ہے۔

"کسی قوم کو برباد کردینا، اسکی کتابون کو جلا دینا، اسکی یادگارون کو منہدم کردینا ممکن ہے لیکن جو کچھ اثر وہ قوم چھوڑ گئی ہے وہ کانسی کی بنیادون سے بھی زیادہ مضبوط ہے، انسان کی قوت اسکو اکھیڑ نہین سکتی، اور صدیون کی صدیان بھی بمشکل اسکو مٹا سکتی ہین" (لیبان)

اہل عرب کا تمدن

ہر قوم کا تمدن اس سے پہلے کی قومون کے تمدن کا آئینہ ہوتا ہے، جسمین ان قومون کی تہذیب و تمدن کے خط و خال پوری طرح نظر آتے ہین، ہر زمانہ مین زمانۂ گذشتہ کا اثر موجود ہوتا ہے، اور قدرت کا یہ ایک قانون ہے کہ ہر قرن اپنے قرون ماقبل سے مستفید

ہوتا ہے، اگر خود اسمین کسی قسم کی صلاحیت و مادۂ ایجاد ہے، تو وہ اپنی یادگارین آیندہ زمانہ کے لئے چھوڑ جاتا ہے، کسی قوم کا اس قانون سے بچنا ناممکن ہے، علم الآثار کی مسلسل تحقیقات سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ تمدن یونان کا ماخذ اشور، اور قدیم مصر ہے، اسمین شک نہین کہ مصریون نے بھی اپنے تمدن کی بنیاد اپنے سے پیشتر کی اقوام کے تمدن پر رکھی ہوگی، دنیا کی قدیم ترین اقوام اہل عرب، اہل یونان، رومی، اہل فنیشیا اور اہل یورپ وغیرہ نے اپنے سے پیشتر کی قومون سے تمدن سیکھا کیونکہ ایسا کرنے پر مجبور تہین، اور یہ ناممکن ہے کہ ہر زمانہ مین ہر قوم کو از سر نو اپنا تمدن شروع کرنے کی ضرورت پیش آئے، پس لازم ہے کہ ہر قوم اپنے سے پہلے گذری ہوئی قومون کے تمدن کو اخذ کرے اور اسمین اپنی طرف سے کچھ نہ کچھ اضافہ کرے،

اہل عرب، جنکا تمدن تمام دنیا کی قدیم و جدید اقوام سابقہ و حال مین ایک ممتاز درجہ رکھتا ہے، اس کلیہ سے مستثنیٰ نہ رہ سکے، اور انکو بھی قانون مذکورۂ بالا کے مطابق اپنے ماقبل کی اقوام کے اثرات قبول کرنے کی ضرورت لاحق ہوئی، مگر تاریخ عالم کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ بعض قومون کی فطری ذکاوت اور قوت اختراع اس درجہ ہوتی ہے کہ وہ اپنی پیشرو قومون کے تمدنی اثرات سے مغلوب ہوکر اس تمدنی مادہ کو جو انکے ہاتھ آتا ہے تبدیل کرکے اپنے خیالات و حوائج کے مطابق بنا لیتی ہین، اس امر مین نہایت جرات کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہے کہ کوئی قوم اہل عرب سے آگے نہین بڑھ سکی، بلکہ انکے بعد بھی جن قومون نے اس مشہور قوم کی تقلید کی وہ بھی سوائے اسکے کہ اقوام مختلفہ کے تمدن سے مختلف باتین چن لین کوئی مزید اضافہ نہ کرسکے،

اہل عرب کی تمدنی ترقی کے اسباب

تمام شعبہ جات تمدن مین عربون کا اسقدر سرعت و مستعدی سے

ترقی کرجانا...... ایسی ترقی جو اہل عرب کو ایک صدی مین حاصل ہوئی، اور دوسری قومون کو کئی ہزار برس کے بعد بھی حاصل ہونا ناممکن تھا...... یقیناً حیرت انگیز ہے، اس فوری ترقی کے اسباب کیا تھے؟ اور کن وجوہ سے یہ قوم اسقدر سرسبز اور کامیاب رہی؟ اسکے جواب مین صرف یہی کہنا کافی ہوگا کہ یہ مذہب اسلام ہی کی تعلیمات کا نتیجہ تھا، جسکی بدولت اس قوم کو، نیز ہر اس قوم کو جو اسکے زیر اثر رہی، اسقدر اعلیٰ و ارفع تمدن نصیب ہوا، اور وہ دنیوی ترقیون کی اس حد تک پہنچگئی جہان پہنچنا انسانی ترقی کی آخری حد ہے۔

دنیا کی وہ تمام اقوام جنپر اسلام کا پرتو پڑا، روشنی تمدن سے جگمگا اٹھین، اسلام اپنے ایمان، عقاید، اور خدا پرستی کے ساتھ جہان جہان گیا، علم و حکمت و تمدن اسکے ہمرکاب تھے عرب، مصر، فارس، شام، اندلس، مراکش، ترکستان، ہندوستان، اسلام جہان گیا، ایک آفتاب تھا جس نے تمام دنیا کو علم و حکمت کی روشنی سے منور کردیا، اسلام نے اپنے پیروُن کے لئے جو احکام صادر کئے ہین، وہ وہی ہین جو اس قوم کو جو اسکی پیرو ہے، شائستگی اور تمدن کے اعلیٰ ترین مدارج پر فائز کرنے، اور اسکو دنیا کی تمام قومون مین ممتاز جگہ دلانے مین پُر اثر ثابت ہوچکے ہین، ہم اپنے اس دعویٰ کی تائید مین ایک فاضل امریکن مصنف کی رائے پیش کرتے ہین، وہ لکھتا ہے:-

"دنیا مین اکثر کامیابی ہی صداقت کا معیار رہی ہے، اہل اسلام اپنے رفتار تمدن کی سرعت، اور اسکی شان و شوکت کے ثبوت مین اپنے پیغمبر کی دعوت الہامی کو پیش کرسکتے ہین، ......

یہ خیال کرنا قطعی غلط فہمی ہے کہ اہل عرب کی ترقی بزور شمشیر ہوئی، ممکن ہے کہ شمشیر انسان کے مسلمہ عقاید قومی کو بدلدے، مگر وہ انسانی ضمائر پر اثر نہین ڈال سکتی، اگرچہ

شمشیر کی حجت قوی ہے مگر اس سے بھی بڑھکر ضرور کوئی اور قوی چیز ہونی چاہیئے، قبل اسکے کہ اسلام ایشیا اور افریقہ کی خانگی زندگی مین سرایت کر گیا، قبل اسکے کہ عربی دنیا کی کئی مختلف قومون کی زبان بنگئی۔"[۵]

ڈاکٹر ڈریپر کے اس فلسفیانہ استدلال سے ناظرین بآسانی اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہین کہ جس چیز نے مسلمانون کو دنیا کی تمام قومون پر فتحیاب بنایا اور انکو اس عظیم الشان تمدن کا بانی ٹھیرایا، وہ مذہب اسلام کی پاک تعلیمات ہیتین، یہ وہی مذہب اسلام ہی جسکی بدولت قرون سابقہ کے مسلمانون نے اسقدر رفعت وعظمت حاصل کی تھی، یا آج اسپر پوری طرح عمل پیرا نہونے کی وجہ سے اس قعر ذلت وحضیض نکبت مین پڑے ہوئے ہین، ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم،

تمدن یورپ اور اسلام

یہ امر مسلم الثبوت ہے کہ اسلام نے تمدن یورپ پر گہرا اور پائدار اثر ڈالا ہے، اسلام نے یورپ کے لئے ایک ایسی سنگین، دیرپا اور صحیح بنیاد قائم کی جس پر اس نے اپنے تمدن وتہذیب کی عمارت تعمیر کی، یورپ کا موجودہ دور ارتقا جس نے اسکو اوج کمال پر پہنچا دیا ہے وہ اسلامی اثرات کا ایک بیّن نتیجہ ہے، جبکہ یورپ کا آسمان قرون وسطی مین چارون طرف وحشت وجاہلیت کی تاریکی سے گہرا ہوا تھا، ایسے وقت مین اسلام کی نورانی صبح طلوع ہوئی جو تہذیب وتمدن کی روشنی پھیلاتی اور تمام آفاق پر اپنا پرتو ڈالتی ہوئی نظر آئی،

فرنچ مستشرق پروفیسر سدیو اہل عرب کی بیش بہا ایجادات اور انکے علوم وفنون کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

[۵] انٹیلکچول ڈیولپمنٹ آف یورپ جلد اول صفحہ ۳۳۲، از ڈاکٹر ڈریپر،

"ہمارے موجودہ دور تمدن کے ہر ایک شعبۂ عمل مین اہل عرب کے اثرات صاف طور پر نمایان ہین، نوین صدی عیسوی سے پندرہوین صدی عیسوی تک اس عظیم الشان لٹریچر کی بنیاد پڑ چکی تھی جو ابتک قائم ہے، قسم قسم کی پیداوارین اور بیش بہا ایجادات جو دماغ کی حیرت انگیز فعالیت نے اس زمانہ مین کین اور انکا اثر مسیحی یورپ پر پڑا، اس سے ہمارے اس خیال کو تقویت پہنچتی ہے کہ اہل عرب نے تمام چیزون مین ہماری رہنمائی کی ہے، ایک طرف ازمنۂ وسطی کی تاریخ کے لئے ہم بے اندازہ مواد پاتے ہین جو سفرنامون اور سوانح عمریون مین بکثرت موجود ہے، دوسری طرف ہم بے نظیر صنعت وحرفت، اور اصول انجینیری بالفعل وبالخیال، اور دیگر علوم وفنون مین انکے اہم اکتشافات کو معلوم کرتے ہین، کیا یہ سب باتین ان لوگون کے کارنامون کو واضح اور نمایان نہین کرتین جو بہت مدت سے حقارت اور نفرت سے دیکھے جاتے ہین۔"[۱]

اس سے زیادہ ایک یورپین علم تاریخ کا ماہر تمدن یورپ پر اسلام کے اثرات کا کیا تذکرہ کر سکتا ہے، اس سلسلہ مین ایک اور یورپین مورخ کا قول یہان نقل کرتے ہین ڈاکٹر گستاؤلی بان لکھتا ہے:-

"عربون کا اثر مغرب کی زمین پر بھی اتنا ہی ہوا جتنا کہ مشرق مین ہوا، اور انہی کی بدولت یورپ نے تمدن حاصل کیا"[۲]

تمدن یورپ پر اسلامی اثرات کی ابتدا

تمدن یورپ پر اسلامی اثرات کی ابتدا صلیبی لڑائیون کے زمانہ سے جو اہل یورپ اور عربون کے باہمی اختلاط کا زمانہ ہے ہوتی ہے جو یورپ مین تہذیب وتمدن کی اشاعت کا ایک مفید ترین ذریعہ ثابت ہوا، مختلف ذہنی اور دماغی

[۱] ہسٹورینس ہسٹری آف دی ورلڈ جلد ۸ صفحہ ۲۷۵، [۲] تمدن عرب مترجمہ ڈاکٹر سید علی بلگرامی صفحہ ۵۱۳،

کارروائیون کی ابتدا جن سے یورپ مین علوم وفنون کی تجدید ہوئی اسی زمانہ سے شروع ہوتی ہے[1]، جبکہ اہل اسلام ترقی وتہذیب کی شمعین ہاتھون مین لئے ہوئے تمام دنیا مین بڑہے جارہے تھے، اسوقت یورپ سراسر تعصب اور جہالت کے تو ظلمت مین ڈوبا ہوا تھا، اسوقت یورپ کی حالت مین ایک نمایان انقلاب پیدا ہوگیا، پوپ نے بیت المقدس کو مسلمانون کے ہاتھون سے چھڑا لینے کے لئے لوگون کو اُبھارنا شروع کیا، مذہبی جوش نے مسیحی دنیا کو اہل اسلام سے دست وگریبان ہونے کے لئے مسلح کردیا، بڑے بڑے معرکے اور سخت خونریزیان ہوئین جو اسکا لازمی نتیجہ تہین، لیکن یہ لڑائیان ایک حد تک مفید ثابت ہوئین، انہی محاربات صلیبی کی بدولت اسلام کا تمدنی اثر یورپ پر بے انتہا پڑا، محقق لیبان لکھتا ہے

”جسوقت ہم اُن تجارتی تعلقات اور صنعتی وحرفتی ترقیون پر جو صلیبیون کے مشرق جانے سے پیدا ہوئین نظر ڈالتے ہین تو یہ کہہ سکتے ہین کہ یہی صلیبی جنگین تہین جنھون نے یورپ سے وحشیانہ اخلاق واوضاع کو دور کیا، اور وہ رجحان طبیعت پیدا کردیا جسپر علمی وادبی ترقی نے جو یورپ مین دارالعلومون کے ذریعہ سے شایع ہوئی، وہ اثر ڈالا جو ایک دن یورپ کی نشاۃ ثانیہ کی صورت مین ظاہر ہونیوالا تھا۔“[2]

اسلام کا اثر کلیسا پر رومن کیتھولک چرچ پر ایک مدت تک پوپ کی استبدادی حکومت رہی تھی، وہ جسکو چاہتا سزاے جابرانہ دیتا، رُوح القدس کے اس مذہبی پیشوانے تمام لوگون کو توہمات باطلہ مین اسقدر پہنسا رکہا تہا کہ وہ اندہون کی طرح بہٹکتے تھے، کفر از تقلید

[1] دیکھو گیزو کی تاریخ تمدن یورپ جلد اول صفحات ۱۶۰، ۱۵۹، ۱۵۷، ۱۵۵، ۱۵۴، علوم عرب جرجی زیدان صفحہ ۲۱، تمدن عرب صفحہ ۳۰۶ و ۳۰۷، زبدۃ الصحائف فی اصول المعارف صفحہ ۲۱۵، [2] تمدن عرب صفحہ ۳۱۲،

ان کا شعار تہا، وہ دین مسیحی کے اس مقدس گروہ (پاپاؤن) کے اشارہ پر اپنی جان تک دیدینا کوئی بڑی بات نہ سمجھتے تھے، پاپاؤن نے یہانتک تو اپنے اختیارات کو ناجائز طور پر استعمال کرنا شروع کردیا تہا کہ لوگون سے بڑی بڑی رقمین بطور رشوت وصول کرتے تھے، جو عفو گناہ کا بہترین ذریعہ خیال کیا جاتا تہا، وہ اپنے تئین اس بات پر قادر سمجھتے تھے کہ جسکو چاہین ایک کو جنت مین بہیجدین اور دوسرے کو دوزخ مین جہونکدین، مختصر یہ کہ اس وقت یورپ کے مذہبی مطلع پر سراسر وحشت وجاہلیت کی تاریکی چہائی ہوئی تھی، اور پیروان دین مسیح اپنے ان خونخوار مذہبی پیشواؤن کے ہاتھ سے سخت تکلیف اور عذاب مین مبتلا تھے مگر جب انکو مسلمانون سے، بذریعہ صلیبی جہادات کے سابقہ پڑا، اور اُنھون نے اسلامی اسپرٹ کا مشاہدہ کیا اور ان اخلاقی باتون کو ملاحظہ کیا تو اُنکی آنکہین کُہل گئین، انھون نے پوپ کی اس جابرانہ خودمختاری اور ظالمانہ حکومت کو توڑ ڈالنے اور اُسکے ناانصافانہ اور غیر واجبی قوانین سے انحراف کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا، اسلام کے اصولون نے اُنکے دلون مین گُہب کر نہایت عمدہ اثر پیدا کیا، لیکن ایک مدت طویل کے انقیاد واطاعت سے اب اُن مین وہ اخلاقی جرارت تو باقی نہین رہی تھی کہ وہ عیسائیت کو اسلام سے تبدیل کرلیتے تاہم جو سبق کہ اُنھون نے اسلام سے سیکہا وہ اُنکی مذہبی آزادی کے لئے ایک طویل سلسلۂ جنگ وجدال کا ذریعہ ثابت ہوا، اور بتدریج یہی اسباب باعث ہوئے اس مذہبی انقلاب اور ان مذہبی خون ریزیون کے جنمین سے مذہب پروٹسٹنٹ پیدا ہوا۔“[1]

مارٹن لوتھر اور اصلاح رومن کیتھولک چرچ صدیون تک اہل یورپ کی قسمتون کا فیصلہ پوپ کے ہاتھون مین تہا، اور ایک ایسے شخص کی طاقت کو توڑ ڈالنا کوئی آسان کام نہ تہا، سب سے

[1] تمدن عرب صفحہ ۳۰۸،

پہلے مارٹن لوتھر کے دل مین کیتھولک چرچ کی اصلاح کا خیال پیدا ہوا، یہی مارٹن لوتھر جو فرقہ پراٹسٹنٹ کا بانی ہوا، اطلی کی یونیورسٹیون مین تعلیم پاتا تھا، اور ان دار العلومون مین جیسا کہ تاریخی تحقیقات سے پتہ چلتا ہے، ارسطالیسی اور عربی فلسفہ کا درس دیا جاتا تھا، ایک بات جو لوتھر کی نسبت قابل بیان ہے وہ قرطبہ، اور طلیطلہ مین اسکا جانا ہے جو اسوقت اسپین مین علوم عربی کے مرکز خاص تھے، اسلئے یہ کہنا بیجا نہو گا کہ مذہب اسلام ہی کے مطالعہ سے کیتھولک چرچ مین اصلاح کا خیال لوتھر[1] کو ہوا۔

اسلام کا اثر یورپ کے اخلاق پر

یہ امر بالکل قرین قیاس ہے کہ فاتح قومون کا اثر ہمیشہ مفتوح قومون پر کیا باعتبار مذہب اور کیا بلحاظ اخلاق و معاشرت ہر حیثیت سے کچھ نہ کچھ ضرور پڑتا ہے، چنانچہ جب اہل اسلام اپنے زمانہ عروج مین مغربی اقوام کے ساتھ معرکہ آرا ہوئے، اور فاتحانہ حیثیت سے اُنکے ممالک مین داخل ہوئے تو ایک عرصہ دراز کے باہمی اختلاط اور میل جول سے اُنکی زندگی کے ہر شعبہ عمل مین نمایان اثر پڑا۔

ڈاکٹر لی بان لکھتا ہے:-

"تمدن اسلامی کا بہت ہی زبردست تسلط تمام عالم پر رہا ہے، مگر اس تسلط کے بانی صرف عرب[2] تھے، نہ وہ مختلف اقوام جنھون نے اُنکے مذہب کو اختیار کیا، عرب کے تسلط اخلاقی نے یورپ کی ان اقوام وحشی کو جنھون نے رومیون کی سلطنت کو تہ و بالا کیا، انسان بنا دیا، انکے علمی اور دماغی تسلط نے یورپ کے لئے علوم و فنون اور ادب

[1] لوتھر نے قرآن مجید کا مطالعہ کیا تھا اُسکی شہادت خود اُسکا ترجمہ قرآن (بزبان لاطینی) ہے جو آج بھی دستیاب ہوتا ہے اسمین ذرا بھی شک نہین کہ وہ علوم اسلامیہ سے اچھی طرح واقفیت رکھتا تھا۔

[2] عرب ہون یا دیگر اقوام اس سے ہمین سروکار نہین ہر دیکھنا یہی ہے کہ وہ مسلمان تھے، پھر چاہے وہ عرب ہون یا دیگر اقوام

و فلسفہ کا جس سے وہ بالکل ناواقف تھا، دروازہ کھول دیا، اور چھ صدی تک یہی عرب ہمارے استاد اور ہمین تمدن سکھانے والے رہے[1]۔"

اسکے متعلق ڈاکٹر موصوف، خاص اپنی تحقیق سے اس نے جو نتیجہ نکالا ہے اور جسمین ایک بہت بڑے مذہبی مصنف موسیو بارتھیلمی سینٹ ہلیر کو اپنے ساتھ شریک کر کے اسکی کتاب متعلقہ قرآن مین اُس نے جو کچھ لکھا ہے اُسکو اپنے خیال کی تائید مین پیش کرتے ہوئے اسطرح رقمطراز ہے:-

"عربون کی معاشرت اور اُنکی تقلید نے ہمارے زمانہ متوسط (مڈل ایجز) کے امراء کی زبون عادتون کو درست کیا، اور یہ سردار بلا اسکے کہ انکی بہادری مین کچھ فرق آتا ایسے اخلاق سیکھ گئے جو انسان مین اعلیٰ درجہ کی وقعت اور قدر رکھتے ہین یہ امر نہایت مشکوک ہے کہ صرف مذہب عیسوی وہ کتنا ہی نیک کیون نہو، ان مین یہ ایسے اخلاق پیدا کر سکتا تھا[2]۔"

اسلام نے یورپ کو عورتون کے ساتھ برتاؤ کرنا سکھایا

آجکل کے اکثر عیسائی مشنری ہماری عورتون کے مبتذل حالت کو دیکھکر یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ اسلام نے عورات کو ہمیشہ مبتذل حالت مین رکھا مگر جس شخص کو مذہب اسلام کا سرسری علم ہو گا وہ ضرور اقرار کریگا کہ عورت کا جو درجہ اسلام مین ہے وہ کسی مذہب مین نہین ہے، اہل یورپ کو آج اس امر کا اعتراف کرنا چاہیئے کہ اسلام نے انکو عورتون کے ساتھ برتاؤ کرنا سکھایا، اور انسانی تاریخ کے اس عہد مین اُنکے لئے فلاح و بہبود کی راہ نکالی جبکہ وہ دنیا مین وحشیون سے بہتر نہ تھے۔

اہل یورپ کی ہیئت اجتماعیہ کے ضوابط و آئین کے گہرے مطالعہ سے یہ بات منکشف

[1] تمدن عرب صفحہ ۵۲۲، [2] ایضاً صفحہ ۵۲۲،

ہوجائیگی کہ اس زمانہ مین صنف نازک کی حالت نہایت قابل رحم تھی، اُنکے حقوق پامال کئے جاتے تھے، وہ کسی ترکہ یا املاک کی وارث نہ سمجھی جاتی تھین، حتی کہ نکاح کے بعد بھی انکو کسی چیز کی جو خود اُنکی ملکیت سے ہوتی، خرید و فروخت کا کوئی حق حاصل نہ تھا، غرضکہ وہ غلامون سے بدتر تھین، اور بچے پیدا کرنے کی مشین خیال کیجاتی تھین ان لوگون کے مذہبی احکام اس ظالمانہ سلوک کی روک تھام نہ کرتے تھے، یہ صرف اسلام ہی تھا جس نے فریق ثانی کی ارتباطی و تمدنی حالت مین ایک خوش آیند انقلاب پیدا کردیا، اسلام نے دونون فریقون کے درمیان مساوات قائم کرنے کے اصول بتلائے، کما قال اللہ تعالی

ولهن مثل الذین علیهن — تمکو تمہاری عورتون پر اور انکو تمپر حقوق حاصل ہین

عاشروهن بالمعروف — عورتون کے ساتھ عمدہ زندگی بسر کرو،

عورتون کے ساتھ گفتگو کرنے مین اُنکی عزت و حرمت کے خیال رکھنے کا حکم بھی اسلام ہی نے دیا ہے،

قولوا لهم قولا معروفا

ارشاد نبوی ہے:۔

خیرکم خیرلنسائکم — تم مین اچھے وہ ہین جو اپنی عورتون کے لئے اچھے ہین

اس سے بڑھکر یہ کہ

الجنة تحت اقدام الامهات — جنت ماں کے قدمون کے نیچے ہے،

پیغمبر اسلام کی یہ پاک اور مقدس تعلیم "عورت" کے رتبہ کا نقش دل پر بٹھانیوالی ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام مین عورتون کا کیا درجہ ہے،

آج یورپ کو بڑے فخر کے ساتھ اس بات کا دعوی ہے کہ جو رتبہ عیسائی دنیا نے

عورتون کا قائم کر رکھا ہے وہ مذہب اسلام مین نہین ہے، لیکن وہ اپنے گریبان مین ذرا منہ ڈال کر دیکھین کہ کیا وجہ ہے کہ باوجود یورپ کے عورتون کا اسقدر احترام کرنے کے بھی اُن مین انتزاعیات (سفریجٹ) کا ایک خونخوار گروہ پیدا ہوگیا ہے جن سے آئے دن ہر وقت ملک اور حکومت کو جان کے لالے پڑے ہوئے ہین، اور ان مین سے اکثر اب اس خیال پر اُتر آئے ہین کہ یہ ہے نتیجہ اس بیجا رواداری کا جو یورپ نے عورتون کے بارے مین جائز رکھی ہے،

ہرکس از دستِ غیر می نالد — سعدی از دستِ خویشتن فریاد

لیکن مذہب اسلام نے جن اصولون پر عورتون کا درجہ قائم کیا ہے وہ ایسے عمدہ اور باضابطہ ہین کہ آج تک دنیاے اسلام مین خدا کے فضل سے کوئی گروہ ایسا پیدا نہین ہوا جسکو اپنے ناخن بڑھا بڑھا کر اپنے ہمقوم و ہم مذہب مردون کے گلون پر چھری اور خنجر کی بجاے چھونے کی ضرورت پڑی ہو، فاعتبروا یا اولی الابصار،

انسان کو غلامی پر مجبور کیا کس نے؟

ایک دوسرا نکتہ جو قابل بیان ہے اور جو مدت تک موضوع بحث رہا ہے وہ مسلہ غلامی ہے، رسم غلامی کے خلاف تحریک کرنیوالون نے جنھون نے اس جابرانہ فعل کی بربادی مین نمایان حصہ لیا، اس الزام کو مسلمانون کے سر تھوپ دیا، انھون نے اس بات کو پیش نظر نہین رکھا کہ غلامی کو جو اسلام نے جائز رکھا وہ بالفعل ایسی نہ تھی جو عیسائیت نے بہت ہی قریب زمانہ مین جائز رکھی تھی یا وہ امریکن غلامی جسکا انفصال ۱۸۶۵ء کی مقدس لڑائی سے ہوا۔

اسلام نے گو غلامون کو قطعاً آزاد نہین کردیا مگر رحم و انصاف کے لحاظ سے ایسے تغیرات طبعی مسلۂ غلامی مین کئے کہ جن سے غلامون کی حالت زیادہ مضبوط و مستحکم ہوگئی

اور سچ پوچھئے تو ایک برائے نام غلامی تھی جسکو غلامی کہنا سراسر بے انصافی ہی تاریخ یورپ مین رومی تمدن کا بہترین زمانہ گذرا ہے، اسوقت کے غلامون کی قابل رحم حالت کا اندازہ عبارت ذیل سے بخوبی ہوسکیگا:-

"ہل رومن لا کے مطابق آقا کی حکومت غلام پر اسقدر وسیع تھی کہ وہ چاہے اُسکو مارے یا جلادے، اسکو کسی قسم کی ملکیت پر قابض ہونے کا حق حاصل نہ تہا، اور جو چیزین اسکی ضروریات کی ہوتین وہ سب آقا کے قبضہ و تصرف مین رہتین، فوجی ملازمت یا کسی ریاستی عہدہ مین داخل ہونے پر غلام کو سزاے موت دیجاتی تھی، اُسکو عموماً عدالت مین بطور گواہ پیش ہونے کا حق حاصل نہ تہا، اور قانون تعزیرات کا جرمانہ غلام کیلئے سخت ترین ہوا کرتا تہا۔"[1]

سطور محولہ بالا سے صرف یہ دکہانا مقصود ہے کہ یورپ کی تاریخ مین رومی تمدن کا بہترین زمانہ گذرا ہے، اور ایسی متمدن حالت مین بھی یورپ نے غلامون کے ساتھ ایسا ظالمانہ سلوک روا رکہا، اسلئے یہ کہنا کچھ مبالغہ نہوگا کہ نسبتہً بہت ہی قریب زمانہ گذرا ہے کہ یورپ مبتذل غلامی کی حالت مین مبتلا تہا۔[2]

اسلام نے جو حقوق غلامون کے لئے مقرر کئے ہین وہ وہی ہین جو عوام الناس کے ہین، اسلام مین "آج کا غلام کل کا وزیر" ہوتا ہے، وہ بلغیر کسی حرج کے اپنے آقا کی لڑکی سے شادی کرسکتا ہے، اور اسکے خاندان کا سرپرست ہوسکتا ہے، کون نہین جانتا کہ فضل بن ربیع وزیر ہارون الرشید اسکا ایک خانہ زاد غلام تہا؟ جو لوگ تاریخ اسلام سے ذرا بھی واقفیت رکہتے ہین وہ بخوبی جانتے ہونگے کہ اسلام مین غلامون نے سلطنتین قائم کی ہین، کون نہین

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۲ صفحہ ۲۱۹، [2] نائینٹینتھ سنچوری بابتہ ستمبر سنہ ۱۸۹۵ مسٹر امیر علی کا مضمون "اسلام" صفحہ

واقف کہ محمود غزنوی کا باپ سبکتگین ایک غلام تہا؟ ہندوستان مین قطب الدین دہلی کا سب سے پہلا بادشاہ گذرا ہے وہ غلام ہی تو تہا، جسکے خاندان کے سلاطین آج تک "غلام بادشاہ" کہلاتے ہین، کیا عیسائیت تواریخ کے صفحات پر غلامون کے ساتھ ایسی مساوات کی نظیر پیش کرسکتی ہے؟

اس مساوات پہ ہے معشرِ اسلام کو ناز ۔۔۔ نہ کہ یورپ کی مساوات کہ ظلم اکبر

"اسلامی غلامی" کے متعلق ہم ایک متعصب عیسائی مصنف کا قول یہان نقل کرتے ہین:-

"سب سے عجیب تر امر یہ ہے کہ اسلام مین غلامون کی حالت کم متنزل رہی ہے، غلام خاندانون نے معتدبہ زمانہ تک مصر اور ہندوستان مین حکومتین کی ہین، اول الذکر ملک مین ترقی کے لئے غلامی ایک لازمی ابتدا رہی ہے، اور ہمکو نہین معلوم ہوتا کہ ان فرمانرواؤن کی اصلیت (غلامی) سے رعایا کو اُنکی طرف کبھی حقارت اور نفرت کا احساس بھی ہوا ہو۔"[1]

احکام قرآنی ابطال غلامی کے لئے کسقدر عمدہ اور قابل عمل ہین، اسکا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ سنہ ۱۸۱۰ع مین مسٹر رچرڈسن نے برٹش انڈیا مین استیصال غلامی کا بل انڈیا کونسل مین پیش کرتے ہوئے کہا تہا کہ:

"غلامون کی آزادی کے لئے یہ امر نہایت ضروری ہے کہ ہندو شاستر کے عوض قرآن مجید کو رکہا جائے۔"

جمہوریت اسلام اور یورپ

اسلامی احکام سے صاف مترشح ہے کہ وہ جمہوریت کا بہت بڑا حامی ہے، وہ اس مطلق العنانی اور استیلا شخصی کا بالکل مخالف ہے، جو ہیئت اجتماعیہ کے امن و امان مین خلل انداز ہو، اور اسکی ترقی کی بنیاد کو متزلزل کردے، اگرچہ استبدادی حکومت

[1] محمڈنزم مصنفہ مارگولیتھ صفحہ ۸۹۔

مدت دراز تک مسلمانون مین رائج رہ چکی ہے، لیکن اس سے اسلامی تعلیم پر کوئی حرف نہین آسکتا، اسلام نے جسقدر جمہوریت پر زور دیا ہے، اسکی اہمیت اس سے ظاہر ہے کہ خاص شارع اسلام (علیہ الصلوٰۃ والسّلام) کو یہ حکم دیا گیا کہ:

وشاورھم فی الامر — انسے (مسلمانون سے) معاملات مین شورہ کیا کرو

اور اس تعلیم کے عملی نمونہ کی مثال کے لئے صرف یہ کہدینا کافی ہے کہ آنحضرت صلعم نے اپنے بعد اپنا کوئی جانشین یا خلیفہ نامزد کرنا پسند نہ فرمایا،

فی زمانہ اہل یورپ کو اس بات پر گھمنڈ ہے کہ انکی حکومتون مین جمہوریت کا عنصر غالب ہے، استبدادی اور شخصی سلطنت سے یورپ کو تقریبًا ایک یا دو صدی سے نفرت ہونے لگی ہے، اور اگرچہ اسکو مصلحین اور احرار وطن کی ذاتی کوششون کا نتیجہ خیال کیا جاتا ہے، لیکن تاریخ کے ماہرین بخوبی واقف ہین کہ یہ اسلام ہی کی مقدس تعلیم کے اثرات کا سبب تہا کہ یورپ حکومت اور جہانبانی کے ان ضوابط وآئین کو سمجھنے لگا اور ایک مدت مدید کے بعد اسکو اصلاح حکومت کا خیال پیدا ہوا،

مذہبی نقطۂ خیال سے مذہب عیسوی طریقۂ تقرر حکومت) کو جائز رکھتا ہے، اور انجیل مقدس نے بھی اسی کی ہدایت کی ہے، جبکہ فرقان حمید انتخاب (الکشن) کی تعلیم دیتا ہے، عیسائیت نے طریقۂ تقرر کے لئے جو حکم دیا ہے وہ ذیل کی عبارت سے بخوبی ظاہر ہوتا ہے،

"رومن کیتھولک چرچ کی سب سے نمایان خصوصیت اسکا استبدادی حکومت (Ecclesiastical authority) پر زیادہ زور لگانا ہے[1]"

[1] انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا جلد ۲۳،

فتاوی ابن تیمیہ

از مولوی ابوالحسنات ندوی

(۱)

اسلام کی تاریخ سیکڑون، ہزارون، لاکھون علما، فضلا اور ائمہ ومجتہدین کے روشن کارنامون سے لبریز ہے، اسمین محدثین کرام کی وہ مقدس جماعت بھی ہے جس نے رسول اللہ صلعم کے اقوال وافعال کو مشرق سے لیکر مغرب اور جنوب سے لیکر شمال تک پہنچایا، مفسرین کا وہ برگزیدہ گروہ بھی ہے، جس نے اپنی پیہم کوششون سے قرآن مجید کی تعلیمات اور اسکے مواعظ وحکم کو خواص سے عوام تک مین پہیلایا، اور پھر قابل احترام فقہا کا وہ وسیع حلقہ بھی ہے جس نے بیشمار پیدا ہونے والے نئے نئے تمدنی مسائل کو اسلامی قالب مین ڈہالنے کی قابل قدر کوششین کین۔

لیکن انکے علاوہ ایک اور چھوٹی سی مقدس جماعت بھی ہے، جس نے ان سب سے زیادہ ضروری خدمت انجام دی ہے، اسمین شبہہ نہین کہ احادیث کی اشاعت، قرآن مجید کی تعلیم اور فقہی اجتہادات یہی چیزین ہین جنکا نتیجہ اسلام کی توسیع واشاعت ہے، اسلام جسطرح اٹہا، بڑہا، اور دفعۃً عرب وعجم مین پہیلگیا، اسکی اس حیرت انگیز ترقی مین انہین چیزون کو دخل ہے، تاہم اس سے بھی انکار نہین کیا جاسکتا کہ جسطرح اسلام ترقی کرتا گیا، نئی نئی قومین اسکی حلقہ بگوش ہوتی گئین، مختلف عقاید ومختلف مذاہب کے افراد اپنے قدیم عقیدہ ومذہب سے الگ ہو ہو کر اس مین شامل ہوتے گئے، اسی طرح نہایت

غیر محسوس طریقہ پر اسکی سادہ تعلیمات مین گوناگون رنگ آمیزیان بھی ہوتی گئین اگر ...
حیرت کی بات ہے کہ وہ دین جس نے شرک کا ہلکے سے ہلکا نقش بھی مٹا دیا تھا، جسکے ...
پیرؤون نے اپنی تین اسدرجہ رنگ توحید مین رنگ لیا تھا کہ اس درخت کو بھی جسکے نیچے جناب رسول خدا
صلعم نے بیعت لی تھی، اور جسکو اسی خصوصیت کی بنا پر کچھ لوگ وقعت و محبت کی نگاہ سے
دیکھنے لگے تھے، محض اس بنا پر کٹوا دیا کہ اسلام مین کہین خدا پرستی کے عوض شجر پرستی نہ
شروع ہو جاے، جب ہندوستان مین پہنچا تو اسکی یہ حالت ہو گئی کہ کہین کسی درویش کی
جریب، کہین کسی بزرگ کی عبا اور کہین کسی صاحبدل کا نقش قدم مستحق سجود و جبہہ سائی
سمجھا جانے لگا۔

جب تغیر و انقلاب کا یہ حال ہو تو ضرورت تھی کہ انہی علماے دین مین سے ایک جماعت
ایسی بھی اُٹھے جسکا ہاتھ صرف اسلئے ہو کہ اسلام کے مرقع تعلیمات مین جو نقوش مرور ایام یا اور
دوسرے حالات کی وجہ سے پیدا ہون اُنکو مٹاتا رہے۔ یہ جماعت پیدا ہوئی اور اُس نے نہایت
ستعدی سے اپنے فرائض انجام دیئے، علامہ ابن تیمیہ اسی جماعت کے نمایان اور سرگرم رکن ہین۔
علامہ کی ساعی جمیلہ کا تفصیلی تذکرہ کرنا تو اس خوش نصیب انسان کا فرض ہوگا جسکے
لئے آپکی سوانح عمری لکھنے کا فخر مقدر ہو، لیکن یہان پر اجمالاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ ساتوین صدی
ہجری مین زمانہ جس رخ پر جا رہا تھا وہ چاہتے تھے کہ اُسکی باگ موڑ کر اُسکو جناب رسالتمآب
اور صحابہ کرامؓ کے عہد زرین سے ملا دین کہ ایک مرتبہ چشم روزگار کے سامنے پہلی صدی ہجری کا
مبارک زمانہ اپنے پورے سر و سامان کے ساتھ پھر آجائے، پیش نظر مجموعۂ فتاوی اس بیان
کی مفصل تائید ہے۔

اگرچہ علامۂ ممدوح کی زندگی مصائب و مشکلات کا ایک وسیع سلسلہ ہے، تنگ نظر،

سنگدل، اور متعصب علماے زمانہ کے ہاتھون وہ برابر مبتلاے مصائب رہے، اُنھون نے
قید و نظربندی کی کڑیان بارہا جھیلین۔ لیکن جُبِّ یوسف کی تاریکی اور قیدخانہ کی مصیبت انگیز
فضا اُنکے سلسلۂ اعمال کو درہم برہم نہ کر سکی، وہ قیدخانہ سے بھی لوگون کو علمی و دینی فیض
پہنچاتے اور مشکل مسائل مین فتوی دیتے رہے، گو قیدخانہ مین کتابین نہین ہوتی تھین لیکن
اُن کا دماغ خود ایک وسیع کتبخانہ تھا۔ حالت قید مین بھی بہت سے اہم اور مشکل فتاوی
علامہ نے قلم برداشتہ لکھے ہین، اور یہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے کہ آخر وہ کسطرح لکھتے تھے، آخر آخر
مین یہ حکم بھی دیدیا گیا تھا کہ قیدخانہ مین علامہ کے پاس قلم و دوات بھی نہ رہنے پائے چنانچہ
اسوقت آپ مجبور ہو گئے، اور آپ نے یہ آخری سطر کوئلے سے دیوار پر لکھی کہ

"اگر مجھکو کوئی اصلی سزا دیگئی ہے تو وہ یہی ہے"

ایک طرف ان حالات کو اور دوسری طرف ان فتوونکو دیکھو جنکی سطر سطر قرآن مجید سے
استنباط، احادیث سے استدلال اور اقوال علماے سلف کی تائید و استناد سے معمور ہے
تو سخت حیرت ہوتی ہے کہ خدا نے اُنکو کس خاص قسم کا دماغ عطا فرمایا تھا، کہ ہمہ وقت آیاتِ
قرآنی انکی نظر مین، احادیث نبوی اُنکے دماغ مین اور اقوال علماے سلف اُنکی زبان پر
رہتے تھے، ساتوین صدی ہجری کے ایک حنفی عالم شمس الدین ابن الحریری نے علامہ کو مصائب
سے چھڑانے کے لئے ایک محضر لکھا تھا جسمین یہ عبارت تھی کہ

"تین سو برس سے ابن تیمیہ کا کوئی ہمسر نہین پیدا ہوا"

یہ بالکل صحیح ہے لیکن اب اسپر پچھلی چھ صدیان بھی بڑھا دینا چاہیئن۔ علامہ شبلی نعمانی رح
فرمایا کرتے تھے کہ مین علماے اسلام مین سے ہر ایک کا مبلغ علم بتا سکتا ہون اور یہ بھی کہہ سکتا ہون کہ
اُنکی معلومات کہان سے ماخوذ ہین، لیکن علامہ ابن تیمیہ اور مورخ مسعودی (یا مقریزی) میرے اس

کلیہ سے مستثنیٰ ہین۔

علامہ شبلی نعمانی نے سلسلۂ مجددین اسلام مین علامہ ابن تیمیہ کو سب سے مقدم رکھا ہے، اور ایک مضمون مین انکی کسیقدر سوانح حیات بھی لکھی ہے، اسی مضمون کی تمہید مین فرماتے ہین:-

مجدد یا ریفارمر کے لئے تین شرطین ضروری ہین،

(۱) مذہب یا علم یا سیاست مین کوئی مفید انقلاب پیدا کردے۔

(۲) جو خیال اسکے دل مین آیا ہو کسی کی تقلید سے نہ آیا ہو بلکہ اجتہادی ہو،

(۳) جسمانی مصیبتین اُٹھائی ہون، جان پر کھیلا ہو، سرفروشی کی ہو،

علامہ شبلی نے اپنے اس مضمون مین شرط اول کے "سیاسی انقلاب" اور شرط سوم سے متعلق واقعات کو تو دکھایا ہے لیکن بقیہ پہلو رہ گئے ہین، اب یہان اس مجموعۂ فتاوی مین جن امور کی تصریحات مل سکتی ہین اُنکو دکھانے کی ہم کوشش کرینگے۔

فتاوی کا یہ مجموعہ چار ضخیم جلدون پر مشتمل ہے، اور اُنکو مصر کے (فخر التجار) نے اپنے مصارف سے چھپوایا ہے، جذبۂ علم پرستی و خدمت دین کا کرشمہ دیکھو کہ اُنھون نے اُنکو حصول زر کا ذریعہ نہین قرار دیا بلکہ اُنکی تمام جلدین وقف کردین تاکہ مشاہیر علماء، مدارس اسلامیہ، قومی انجمنون، اور پبلک لائبریریون مین مفت تقسیم کیجائین، اصل مجموعہ فتاوی بڑی کتابی تقطیع کے تقریباً پندرہ سو صفحون پر مشتمل ہے، تیسری جلد مین مناسبت ترتیب کے لحاظ سے رسالہ "اقامۃ الدلیل علی ابطال التحلیل" بھی شامل کردیا گیا ہے، اور چوتھی جلد کے آخر مین کتاب "الاختیارات العلمیہ" بھی لگادیگئی ہے، لیکن درصل یہ دونون کتابین بھی علامہ کے فتوے ہی ہین، محض کثرت صفحات کی وجہ سے علٰحدہ رسالہ کی صورت مین تہین، اسلئے اس جدید ترتیب کے وقت سلسلۂ فتاوی مین داخل کرلی گئی ہین، اور اسطرح کل مجموعۂ فتاوی دو ہزار صفحات کے لگ بھگ پہنچ گیا ہے۔

فتاوی کا یہ مجموعہ عقاید، معاملات اور عبادات سے متعلق مسائل پر مشتمل ہے اور اسلام کی تمام تعلیمات انہی تین شعبون مین محدود ہے اس بنا پر یہ مجموعہ فقہ اسلام کا ایک مکمل مجموعہ کہاجاسکتا ہے، لیکن افسوس ہے کہ اُسکی جمع و تالیف مین فقہی ترتیب کو ملحوظ نہین رکھا گیا ایک ہی جلد منتشر مسائل سے مرکب ہے، عقاید، عبادات، اور معاملات ہر ایک سے متعلق فتاوی اُسمین جمع کردیئے گئے ہین، گو یہ ضرور ہے کہ خود بعض فتوے چونکہ منتشر و مختلف مسائل پر مشتمل ہین، یعنی یہ کہ سوال کا ایک جزو عقاید سے متعلق ہے، اور دوسرا عبادات سے، اسلئے صحیح معنی مین اُسکی فقہی ترتیب بہت دشوار تھی، تاہم یہ ضرور ہے کہ موجودہ ترتیب سے زیادہ عمدہ ترتیب بھی دیجاسکتی تھی، مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید جامع فتاوی کی نظر اسپر نہ تھی اور اس نے محض سرسری ترتیب پر اکتفا کیا ہے، البتہ تیسری جلد اس عام تسامح سے مستثنیٰ ہے۔

ان ضروری تصریحات کے بعد اب ہمین مجموعۂ فتاوی کے مواد ترکیبی اور اسکی علمی حیثیت پر نظر ڈالنا چاہیئے، لیکن اسپر تفصیلی نظر ڈالنے سے پہلے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مجموعہ فتاوی کی اجمالی خصوصیات کو علٰحدہ لکھدیا جائے تاکہ آئندہ تفصیلات کے سمجھنے مین سہولت ہو۔

فتاوی کی اجمالی خصوصیات

(۱) اسلام مین سب سے مقدم چیز قرآن مجید ہے، اسکے بعد احادیث نبوی اُسکے بعد صحابہ کا طرز عمل، اور پھر ائمہ و مجتہدین کی رائین، اسلئے ہر صاحب فتاوی مجبور ہے کہ وہ اس ترتیب کو ملحوظ رکھے، لیکن بدقسمتی سے تیسری صدی ہجری کے بعد تقلید کے غیر معتدل رواج نے اتنا زور پکڑا کہ آہستہ آہستہ قرآن و حدیث کی طرف سے لوگون کی توجہ ہٹتی گئی اور ادہر کئی سو برس سے یہ حالت ہوگئی ہے کہ جب کبھی علمائے کرام کے سامنے کوئی مسئلہ پیش کیجئے تو وہ فوراً فقہ کے کسی جزئیہ کی تلاش شروع کردینگے، اس مجموعہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ابن تیمیہ

اس کلیہ سے مستثنیٰ ہین، وہ اگرچہ ائمہ سلف اور فقہا و مجتہدین کی رائین بھی لکھتے ہین
اور ائمہ اربعہ کے علاوہ بقیہ تمام دوسرے فقہا کی رایون پر بھی اُنکی نہایت گہری اور وسیع نظر
لیکن وہ ان رایون کو قرآن و حدیث و عمل صحابہ کے مقابلہ مین وہی درجہ دیتے ہین جو درجہ
اُنکو دینا چاہیئے۔

(۲) علما کی تنگ نظری اس حد تک بڑہگئی تھی کہ وہ اپنے امام اور اپنی جماعت کے سوا
کسی دوسرے امام یا کسی اور جماعت کے فقیہ و عالم کی رائے سننا اور دیکھنا بھی گوارا نہ کرتے
موقع کے لحاظ سے خود ہندوستان کا ایک واقعہ یاد آگیا، اور وہ یہ کہ شیخ نظام الدین اولیا
دہلوی کو ایک مرتبہ اپنے علمائے عصر سے مناظرہ کرنا پڑا، بنیاد مناظرہ یہ تھی کہ شیخ موصوف سماع کو
ناجائز قرار دیتے تھے، علمائے دربار کے اشارہ سے دربار شاہی مین اُنکی طلبی ہوئی، وہ تشریف
لیگئے وہان علمار کا بڑا مجمع تہا، ان سے سماع کے عدم جواز پر استدلال و استشہاد طلب کیا گیا
شیخ نے ایک حدیث پیش کی جس سے امام شافعی نے بھی استدلال کیا تہا، دربار کے علما جو
سب کے سب حنفی تھے چیخ اُٹھے کہ یہ حدیث امام شافعی کی مستدل بہ ہے جو ہمارے امام کے
مخالف ہین، ہم ایسی حدیث اور ایسی رائے سننا بھی گوارا نہین کر سکتے، شیخ نظام الدین یہ
حالت دیکھکر دربار سے کبیدہ خاطر اُٹھے، اور یہ کہکر چلے آئے کہ جس شہر کے علما دین اسدرجہ منافست
و معاندت ہو وہ تباہ و برباد ہو جانے کے قابل ہے، یہ ہندوستان کا واقعہ ہے لیکن چھٹی اور
ساتوین صدی ہجری مین تمام عالم اسلامی کے علمار اسی رنگ مین رنگے ہوے تھے، البتہ
علامۂ ابن تیمیہ کی حالت علمائے اسلام کی اس عام حالت سے بالکل مختلف تھی، فتاویٰ سے
معلوم ہوتا ہے کہ وہ تمام فقہا و مجتہدین اور علما کی رایون کو پیش نظر رکھتے تھے، اُنکی تصحیح اور اُنکی
باہمی تعدیل کی کوشش کرتے تھے، اور اپنے مذاق خاص کے مطابق وہ اس تصحیح و تعدیل کا

معیار قرآن مجید، احادیث نبوی اور صحابہ کرام کے طرز عمل کو قرار دیتے تھے۔

(۳) اسلام مین آہستہ آہستہ جو بدعتین داخل ہوگئی تہین، اُنھون نے اُسکے اصلی جمال توحید کو
بہت کچھ چھپا دیا تہا۔ ان بدعات کی تفصیل و تردید کا مواد اس مجموعہ سے زیادہ شاید ہی کسی
اور کتاب مین مل سکے۔ ان تفصیلات پر نظر کرنے سے بہ یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ علامہ اس
باب مین خاص طور پر سعی و جہد فرماتے تھے، اور اُنکی یہ کوشش تھی کہ اسلام کی اصلی تعلیمات مین
جسقدر حذف و اضافہ ہوگیا ہے، اُسکا قلع و قمع کر دیا جائے تاکہ وہ پھر اپنے اصلی آب و رنگ مین
دنیا کے سامنے جلوہ گر ہو، یہ علامہ کا خاص حصہ ہے، اِسلئے ایسے مواقع پر ان کا زور بیان اور
زور استدلال اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔

(۴) ان خصوصیات کے علاوہ اس مجموعہ کے مطالعہ سے یہ بھی صاف نظر آتا ہے کہ علامہ کا
تفقہ، اُنکی قوت اجتہاد اور وسعت و تنوع معلومات بھی خاص شان رکھتے ہین، متعدد مسائل مین
وہ بالکل منفرد ہین، اُنھون نے علما و فضلا کے جم غفیر سے الگ رائے قائم کی ہے، بعض مسائل
مین اگرچہ دوسرون کے ہمخیال ہین، لیکن دلائل کی ترتیب و قوت اور طرز استدلال و اجتہاد
مین وہ اُنکی عام صف سے بالکل علحدہ نظر آتے ہین، اور اس بنا پر بہت الیقین کے ساتھ یہ کہا
جا سکتا ہے کہ اس خاص مسئلہ مین اُنکی جو رائے تھی وہ کسی کی تقلید نہین بلکہ اُنکی قوت اجتہاد کا
نتیجہ تھی، یہی وہ چیزین ہین جنمین علامہ کی جلالت قدر کا راز پنہان ہے۔

ان اجمالی خصوصیات کی تفصیل و تشریح سے پہلے یہ بتا دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ
علامہ کا یہ خاص طرز تحریر و انداز بیان ہے کہ وہ ایک ہی آیت اور ایک ہی حکم کے متعدد
پہلوؤن کو ایک خاص استدلال کے وقت ساتھ ساتھ ملحوظ رکھتے ہین، ایک ہی حدیث سے
اپنے دعوی کی متعدد و مختلف حیثیتون پر روشنی ڈالتے چلے جاتے ہین، اسلئے اُنکو مختلف عنوانات

مین تقسیم کرکے علٰحدہ علٰحدہ بیان کرنے مین اُنکی اصلی حیثیت و شان قائم نہین رہتی، قرآن مجید کی ایک آیت یا ایک حدیث جو اُسکے اثنا، استدلال مین واقع ہوا اس سلسلۂ بیان مین جسقدر واضح اور صحیح نظر آتی اگر اسکو اس ترتیب سے الگ کر لیا جائے تو وہ اسقدر صاف و صریح نہ معلوم ہوگی اسلئے یہ ناگزیر ہے کہ آیندہ جب ہم انکی تفہیم کرینگے اور انکو مختلف عنوانات کے تحت مین درج کرینگے تو شاید انکی اصلی قوت و اہمیت کو پوری طرح پر نہ دکھا سکین، علاوہ برین ہمین اسکا بھی علانیہ اعتراف ہے کہ علامہ ہر سوال کے جواب مین جس وسعتِ نظر اور تعمق فکر سے کام لیتے ہین اسکا پورا خاکہ ہم نہین کھینچ سکتے، کیونکہ وہ ہزار صفحون کا اگر مختصر سے مختصر خلاصہ بھی کیا جائے تو اسکے لئے کئی سو صفحے درکار ہونگے، اور اس موقع پر ایسا کرنا بہت دشوار ہے، تاہم اس مختصر مضمون مین اس مجموعہ کی تفصیلی خصوصیات کو نمایان کرنے کی کافی کوشش کیجائیگی تاکہ علامہ ابن تیمیہ کی خصوصیات تفقہ و اجتہاد اور انکے طرز افتا کا ہر شخص کو صحیح اندازہ ہوسکے۔

قرآن و حدیث سے استدلال

ہم سب سے پہلے قرآن مجید سے علامہ کے طرز استدلال کے چند سرسری نمونے پیش کرتے ہین، دیکھو کس جامعیت و وسعت کے ساتھ وہ قرآن مجید پر نظر ڈالتے ہین۔

اپنے دعوی کے اثبات اور پھر اُسکی تائید مزید مین وہ کسطرح پے در پے مختلف مواقع کی آیتون کو جمع کردیتے ہین۔ ایک سوال ہے کہ یہودیون اور نصرانیون کا ذبیحہ علی العموم مسلمانون کے لئے حلال ہے یا حرام؟ اسکے جواب مین فقہا دائمہ عام طور پر ذیل کی آیت سے استدلال کرتے ہین۔

وطعام الذین اوتوا الکتب حل لکم و طعامکم حل لھم والمحصنت من المومنات والمحصنات من الذین اوتوا الکتب من قبلکم،

ان لوگون کے کھانے جنکو کتاب دیگئی ہے تمہارے لئے اور تمہارے کھانے انکے لئے حلال ہین، نیز تمہارے لئے مسلمان عورتون کے علاوہ اس قوم کی عورتین بھی جنکو کتاب تم سے پہلے دیجاچکی ہے جائز ہین۔

لیکن صرف اس آیت کا پیش کردینا اس باب مین تسلی بخش نہین ہے بلکہ بعض ظاہر حالات کی بنا پر جواب کا کچھ حصہ دھندلا رہجاتا ہے، اور اس دھندلکے کو خود قرآن مجید کی بعض آیتین اور زیادہ تاریک کردیتی ہین، اس تاریکی پر عام فقہا کوئی روشنی نہین ڈالتے لیکن علامہ سوال و جواب کی صورت مین آیات قرآنی ہی کی شمع لیکر ہماری صحیح رہنمائی کرتے ہین، چنانچہ فرماتے ہین، "اگر یہ کہا جائے کہ ذیل کی آیات

ولا تنکحوا المشرکات حتی یؤمن — مشرک عورتون سے جب تک وہ ایمان لائین نکاح نہ کرو،

ولا تمسکوا بعصم الکوافر — اور تم کافر عورتون کے ناموس پر قبضہ نہ رکھو۔

پہلی آیتون کی معارض و مخالف ہین تو جواب یہ ہوگا کہ قرآن مجید مین جس شرک مطلق کا تذکرہ ہے اُسمین اہل کتاب داخل نہین ہین بلکہ وہ شرک مقید مین داخل ہین جیسا کہ خدا نے فرمایا،

لم یکن الذین کفروا من اھل الکتب والمشرکین — اہل کتاب مین سے وہ جنھون نے کفر کیا اور مشرکین ایسے نہ تھے

دیکھو یہان مشرکین کو اہل کتاب کے علاوہ ایک جداگانہ قسم قرار دیا،

ایک اور جگہ فرمایا،

ان الذین امنوا والذین ھادوا والصابئین والنصاری والمجوس والذین اشرکوا، — وہ لوگ جو ایمان لائے اور وہ جو یہودی بنے، نیز صابئہ، نصاریٰ، مجوس اور وہ لوگ جنھون نے شرک کیا۔

یہان بھی مشرکین کو ایک علٰحدہ قسم ٹھیرایا،

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ شرک یہود و نصاریٰ سے علٰحدہ مشرکین کی ایک الگ جماعت ہے، رہگئی اب یہ تصریح کہ یہود و نصاریٰ شرک مقید مین داخل ہین، قرآن مجید کی اس آیت سے مستنبط ہوتی ہے،

اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا — ان لوگون نے اللہ کے سوا احبار و رہبان نیز مسیح ابن مریم کو

من دون اللہ والمسیح ابن مریم وما — اپنا رب قرار دیا حالانکہ انکو صرف خدائے واحد کی عبادت

امروا الا لیعبدوا الھا واحدا۔ لا الہ — کا حکم دیا گیا تھا اسکے سوا کوئی خدا نہین اور وہ اُنکے شرک سے

الا ھو سبحانہ عما یشرکون، — ہر طرح پاک ہے۔

اور اس تفریق کا سبب یہ ہے کہ ان مقید مشرکین (یہود و نصاری) کے اصل دین کی بنیاد اللہ کی بھیجی ہوئی کتاب اور اُسکے سچے پیغمبرون کی ہدایات الہامی پر ہے، اور یہ چیزین قطعاً اسباب شرک سے مبرا و منزہ ہین جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی — مین نے تجھسے پہلے کوئی ایسا نبی نہین بھیجا جسکو اسکی وحی نہ کی ہو کہ میرے

الیہ انہ لا الہ الا انا فاعبدون، — سوا کوئی اور خدا نہین پس تم صرف میری عبادت کرو،

ایک اور موقع پر فرمایا،

واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا — اور تم انبیاے سابقین سے پوچھو کہ کیا رحمن کے سوا کوئی

اجعلنا من دون الرحمن الھۃ یعبدون — دوسرا معبود ہے جسکی وہ عبادت کرین۔

ایک اور جگہ فرمایا،

ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا ان اعبدوا — ہم نے ہر امت مین اسلئے نبی بھیجا کہ وہ صرف اللہ کی

اللہ واجتنبوا الطاغوت، — پرستش کرین اور بت پرستی سے بچین،

لیکن ان اہل کتاب نے کچھ دنون بعد اسمین تحریف و تبدیل کی اور مشرکانہ خیالات کو داخل دین کر دیا، اسلئے انکے دین کا شرک اُنکی بدعات کا نتیجہ ہے، اصل دین کا نہین پس ایسی حالت مین ظاہر ہے کہ یہ عام مشرکین کی صف مین کیونکر کھڑے کئے جا سکتے ہین،

اب رہ گئی یہ آئت،

ولا تمسکوا بعصم الکوافر، — اور تم کافر عورتون کے ناموس پر قبضہ نہ رکھو۔

تو اسکے متعلق کوئی شبہہ نہین اور بہ تصریح کے ساتھ ہر واقف تاریخ شخص کو معلوم ہے کہ ان کوافر سے مقصود خاص وہ چند مشرک عورتین ہین جو مسلمانون کے قبضہ مین تہین اور وہ اہل کتاب مین سے نہ تہین، اِسلئے اس آیت کو اس بحث مین کوئی دخل ہی نہین ہے،

ایک مقام پر صبر و رضا کے متعلق لکھتے ہین کہ رضا کی دو قسمین ہوسکتی ہین، ایک یہ کہ انسان کو خدا اور رسول نے جس کام کے کرنے کا حکم دیا اسکو کرے اور جس سے بچنے کا حکم دیا اس سے بچے، یعنی وہ اپنی خواہش و عمل کو تمامتر خدا و رسول کے ارشاد کے تابع کر دے، اللہ تعالےٰ نے فرمایا،

واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ، — اللہ اور اسکا رسول اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ وہ لوگ اسکو راضی رکھین،

ایک اور آیت مین فرمایا،

ولو انھم رضوا ما اتاھم اللہ ورسولہ — کاش وہ اس چیز پر جو خدا اور اُسکے رسول نے دی ہے

وقالوا حسبنا اللہ سیوتینا اللہ من فضلہ — راضی رہتے اور یہ کہتے کہ ہمین اللہ کافی ہے عنقریب خدا ہمین

ورسولہ انا الی اللہ راغبون — اپنا فضل عطا کریگا اور ہم اللہ ہی کی طرف جھکنے والے ہین،

علامہ فرماتے ہین کہ یہ رضا واجب ہے اور اسی لئے خدا نے ذیل کی آیت مین اُن لوگونکی جنھون نے اُسپر عمل نہین کیا مذمت بیان کی ہے،

ومنھم من یلمزک فی الصدقات فان — ان مین کچھ لوگ ہین جو صدقہ کے بارہ مین تجھے عیب

اعطوا منھا رضوا وان لم یعطوا — لگاتے ہین پس اگر تو اسمین سے کچھ اُنہین دیدے تو خوش

منھا اذا ھم یسخطون — ہوجاتے ہین اور اگر نہ دے تو غضبناک ہوجاتے ہین۔

رضا کی دوسری قسم یہ ہے کہ انسان، مصائب جیسے فقر، مرض، تنگ حالی وغیرہ کو خوشی خوشی برداشت کرے، اسکی نسبت علماء کی دو رائین ہین، ایک یہ کہ واجب ہے، اور دوسری یہ کہ مستحب ہے، لیکن صحیح یہی ہے کہ یہ واجب نہین، البتہ صبر واجب ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلعم نے

حضرت ابن عباس سے فرمایا،

ان استطعت ان تعمل بالرضا مع الیقین فان لم — اگر تم استطاعت رکھتے ہو تو یقین کے ساتھ رضا پر عمل کرو ورنہ

تستطع فان فی الصبر علی ما تکرہ خیرا کثیرا — اس چیز پر جو تمہین شاق گذرتی ہو صبر کرنا خیر کثیر کا سبب ہے

ان کے علاوہ رضا کا ایک تاریک پہلو یہ بھی ہے کہ انسان کفر و ایمان معصیت و طاعت اور خیر و شر ہر چیز کو من جانب اللہ سمجھکر ہر ایک سے راضی ہو، علامہ فرماتے ہین کہ یہ رضا نہ واجب ہے نہ مستحب بلکہ داخل معصیت ہے، اب اسپر وہ ذیل کی متعدد آیتون سے دلیل لاتے ہین،

"ولا یرضی لعبادہ الکفر" — خدا اپنے بندون کے لئے کفر کو نہین پسند کرتا۔

فان ترضوا عنہم فان اللہ لا یرضی عن القوم الفاسقین، — تم لوگ ان سے راضی تو ہو لیکن خدا فاسقون سے راضی نہین ہو سکتا،

ذلک بانہم اتبعوا ما اسخط اللہ وکرھوا رضوانہ فاحبط اعمالہم" — یہ اسلئے کہ ان لوگون نے خدا کی ناپسندیدہ امور کی پیروی کی اور اسکی پسندیدہ چیزون کو ناپسند کیا پس اُس نے انکے اعمال کو برباد کر دیا،

وعد اللہ المنفقین والمنافقات والکفار نار جہنم خالدین فیہا ھی حسبہم، — اللہ نے منافقین و منافقات اور کفار سے جہنم کی آگ کا وعدہ کیا ہے جسمین وہ ہمیشہ رہین گے اور یہی انکے لئے کافی ہے

اسی سلسلہ مین آگے چل کر تحریر فرماتے ہین کہ صوفیہ کا ایک گروہ اسی غلطی مین پڑ گیا ہے اور کہتا ہے کہ تمام کائنات کا خالق خدا ہے، پس اُسکی رضا ان تمام چیزون کی رضا کے ساتھ جو اُس نے پیدا کی ہین وابستہ ہے، یہ وہ منزل ہے جہان کفر و اسلام اصلاح و فسق اور طاعت و عصیان کی تفریق مٹ جاتی ہے، اسی بنا پر بعض صوفیا کا قول ہے،

المحبۃ نار تحرق من القلب کل ما سوی مراد المحبوب، — محبت وہ آگ ہے جو قلب سے مراد محبوب کے سوا ہر شے کو جلا دیتی ہے،

بعضون کا قول ہے،

الکون کلہ مراد المحبوب — دنیا تمام تر محبوب کی مراد ہے،

علامہ فرماتے ہین کہ یہ گروہ سخت گمراہی مین پڑ گیا ہے اور اُس نے خدا کے ارادۂ دینی و ارادۂ کونی مین تفریق نہین کی، جسکا نتیجہ یہ ہے کہ مامور و محظور اور اولیاء اللہ اور اعداء اللہ کو نہ پہچان سکا، اُس نے مسلم و کافر، مفسد و مصلح کو ہمرتبہ قرار دیا، اور وہ متقین کو فاجرون اور بیگناہون کو گناہگارون کی صف مین جگہ دیتا ہے، اور ان سب کا ماحصل یہ ہے کہ امر و نہی، وعد و وعید اور تمام دیگر امور شرعیہ کا دفعتہً خاتمہ ہو جاتا ہے، اور تمام مذہبی احکام یکقلم معطل ہو جاتے ہین، اور ستم ظریفی یہ ہے کہ وہ اسکا نام "عرفانِ حقیقت" رکھتا ہے، اگر یہی عرفان حقیقت ہے تو اس سے کفار و بت پرست بھی ناآشنا نہ تھے، خود قرآن مجید اسپر شاہد ہے،

ولئن سئلتہم من خلق السموات والارض لیقولن اللہ" — اگر تم انسے پوچھو کہ آسمان و زمین کو کس نے پیدا کیا تو کہین گے اللہ نے۔

قل لمن الارض ومن فیہا ان کنتم تعلمون سیقولون اللہ، — اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ کہ زمین اور جو کچھ اسمین ہے کسکے لئے ہے وہ کہین گے اللہ کیلئے،

اگر حقیقتِ اسلام در جہان این است — ہزار خندہ کفر است بر مسلمانی

ایک سوال یہ ہے کہ شطرنج کا کھیلنا جائز ہے یا ناجائز؟ عام جواب یہ ہے کہ شطرنج اگر کسی واجب و فرض عمل کے ترک یا تاخیر یا کسی حرام فعل کے صدور کا ذریعہ ہو تو وہ قطعاً حرام ہے مثلاً یون سمجھو کہ اگر اسکی وجہ سے نماز مین تاخیر ہو اور نماز اپنے نہایت آخری وقت مین ادا کیجائے تو اسکا کھیلنا قطعاً حرام ہے، اب اسپر علامہ کا استدلال دیکھو، وہ اور علما کی طرح اقوال الناس پر اکتفا نہین کرتے بلکہ قرآن و حدیث سے دلیل لاتے ہین، فرماتے ہین۔

وقد ثبت فی الصحیح عن النبی صلعم انہ قال تلک صلاۃ المنافق یرقب الشمس حتی اذا صارت بین قرنی الشیطان قام فنقر اربعا لا یذکر اللہ فیھا الا قلیلا، فجعل النبی صلعم ھذہ الصلاۃ صلاۃ المنافقین وقد ذم اللہ صلاتھم بقولہ ان المنافقین یخادعون اللہ وھو خادعھم واذا قاموا الی الصلاۃ قاموا کسالی یراؤن الناس ولا یذکرون اللہ الا قلیلا وقال تعالی فویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون	نبی صلعم کا یہ فرمانا ثابت ہے کہ یہ منافق کی نماز ہے کہ وہ آفتاب کی تاک مین بیٹھا رہتا ہی یہانتک کہ جب وہ طلوع یا غروب کے قریب ہوتا ہے تو وہ اٹھتا ہے، اور چار ٹھونگا لیتا ہے جسمین خدا کو بہت کم یاد کرتا ہے، پس نبی صلعم نے اس نماز کو منافق کی نماز قرار دیا، اور اللہ تعالے نے انکی نماز کی اس آیت مین مذمت بیان کی ہے، منافقین اللہ کو دھوکا دینا چاہتے ہین اور وہ ان لوگون کو دینا چاہتا ہی، منافقین نماز کے لئے اٹھتے ہین تو کسلمند اٹھتے ہین وہ صرف لوگون کو دکھلانا چاہتے ہین، اور خدا کو بہت تھوڑا یاد کرتے ہین، اور اللہ نے کہا "افسوس ہے ان نمازیون پر جو اپنی نماز سے سہو کرتے ہین"۔

دوسری آیت مین سہو کا لفظ آیا اب فرماتے ہین کہ علماے سلف نے "سہو" کی تفسیر "تاخیر صلوۃ" سے کی ہے، لیکن وہ اپنی عادت کے مطابق اتنے ہی پر اکتفا نہین کرتے بلکہ اسکی تائید بھی حدیث نبوی سے کرتے ہین،

بین النبی صلعم ان صلوۃ المنافق تشتمل علی التاخیر والتطفیف	منافق کی نماز تاخیر (قربت طلوع) اور تطفیف (قربت غروب) پر مشتمل ہے،

تفقہ واجتہاد | علامہ ہر مسئلہ کی اصل حقیقت تک پہنچتے ہین اور حلت وحرمت، جواز وعدم جواز کے اصلی علل واسباب کی تلاش کرتے ہین، پھر اپنے اجتہاد کا تمامتر دار و مدار قرآن مجید واحادیث نبوی پر رکھتے ہین مثلاً اسی مسئلہ تحریم شطرنج مین شوافع کا مسلک بیان کرتے ہین،

"اصحاب شافعی کا وہ گروہ جو شطرنج کو حرام نہین سمجھتا اسکا خیال ہے کہ قرآن مجید کی آیت

"انما الخمر والمیسر" مین "میسر" سے مقصود صرف قمار (یعنی ہر وہ کھیل جسمین شرط ہو کہ غالب مغلوب سے کچھ لیگا) کی صورت ہے یعنی اسکی حرمت اس سبب سے ہوگی کہ اسمین اکل اموال بالباطل کی صورت پائی جاتی ہے، اور اسی بنا پر اصحاب شافعی مین سے ایک جماعت نے نرد کو بھی اگر اسمین معاوضہ کی شرط نہو تو حرام نہین قرار دیا ہے"۔

علامہ فرماتے ہین، امام شافعی سے منصوص یہ ہے اور اُن کا ظاہر مذہب بھی یہ بتلاتا ہی کہ نرد مطلقاً (یعنی اگرچہ معاوضہ نہو) حرام ہے، کیونکہ اُن کا ایک قول ہے کہ مین اسکو ایک خبر کی بنا پر مکروہ سمجھتا ہون، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کا استناد خبر پر ہے نہ کہ قیاس پر اور جمہور نے انکے اسی قول کی بنا پر یہ احتجاج بھی کیا ہے کہ "جب نرد (بغیر معاوضہ) بھی حرام ہے تو شطرنج کو بھی (جو اگرچہ مضرتون مین اُس سے زیادہ نہین لیکن کسی طرح کم بھی نہین ہے) یقیناً حرام ہونا چاہیے" اسلئے کہ نماز و ذکر الٰہی سے روکنے اور بغض وعداوت باہمی پیدا کرنے کی صلاحیت جیسی نرد مین ہے اسکے برابر برابر شطرنج مین بھی ہے پس ایسی حالت مین نرد (بلا معاوضہ) کو حرام اور شطرنج کو مباح قرار دینا ویسا ہی ہے جیسا شراب انگوری کے ایک قطرہ کو حرام اور نبیذ گندم کے ایک قدح کو حلال قرار دینا، اسکے بعد علامہ نے متعدد حدیثین نرد کی حرمت علی الاطلاق کے ثبوت مین پیش کی ہین، مثلاً ابوداؤد کی یہ حدیث

عن ابی موسی عن النبی صلعم انہ قال من لعب بالنرد فقد عصی اللہ ورسولہ (وغیر ذلک)	ابو موسی سے مروی ہے، فرمایا نبی صلعم نے جو نرد کھیلتا ہے وہ اللہ اور اسکے رسول کا نافرمان بردار ہے۔

آگے چل کر وہ اسی مسئلہ کو متعدد طریقون سے مدلل کرتے ہین، مثلاً فرماتے ہین کہ ان امور (حرمت نرد و شطرنج) سے ممانعت مخصوص صورت قمار کے ساتھ مختص نہین ہے اسلئے کہ اگر دو کھیلنے والون مین ایک ہی شخص بہر صورت معاوضہ کو اپنے ذمہ لیلے، یا یہ کہ ان دونون کے

علاوہ کوئی تیسرا شخص دینا قبول کرے، تو گویہ صورتین بظاہر انعام واجرت کی ہوجاتی ہیں، باایں ہمہ یہ صورت شرعاً منہی عنہ ہے، ہان البتہ اسپ دوانی و تیر اندازی کی شرط انعام سابقت اس حکم سے مستثنیٰ ہے کیونکہ حدیث مین آیا ہے،

لا سبق الا فی خف وحافر
سابقت صرف اسپ دوانی و شتر دوانی یا تیر اندازی مین جائز ہے

اونصل

اب اسپر غور کرنے سے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ صورت مذکورہ حدیث سے دینی (مثلاً جہاد کی تیاری) اور دنیوی (مثلاً صحت جسمانی) فواید متصور ہین اسلئے اسمین بذل مال جائز رکھا گیا اور بخلاف اسکے نرد و شطرنج مین چونکہ یہ فوائد نہین پاے جاتے، اسلئے اسمین بذل مال خواہ کسی طرح بھی ہو حرام قرار دیا گیا، گویا نکتہ یہ نکلا کہ بذل مال جسطرح بھی ہو صرف ایسی صورتون مین جائز ہو سکتا ہے جنمین دینی یا دنیوی فواید حاصل ہون ماسوا مین نہین،

اسی سلسلہ مین علامہ ایک اور استدلال پیش کرتے ہین جس سے ماسبق کی تائید کے علاوہ اصل مسئلہ پر بھی روشنی پڑتی ہے، وہ یہ کہ اکل المال بالباطل تو صراحتہً قرآن مجید کی آیت

ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل
اور ایک دوسرے کا مال باطل کے ذریعہ سے نہ کہاؤ،

سے قطعاً حرام ہے، حدیث شریف مین اس امر کی تشریح موجود ہے کہ

کل لھو یلھو بہ الرجل فھو باطل الا رمیہ بقوسہ او تادیبہ فرسہ او ملاعبتہ امرأتہ فانھن من الحق
ہر کھیل جسکو ایک شخص کھیلتا ہے باطل ہے مگر ہان اسکی تیر اندازی یا تربیت اسپ یا ملاعبت زوجہ اس سے مستثنیٰ ہے کیونکہ یہ چیزین حقوق مین سے ہین،

اب ان تصریحات سے یہ نتیجہ واضح ہے کہ نرد و شطرنج وغیرہ لھو باطل ہے اسلئے اسکے ذریعہ سے جو مال حاصل ہو اُسکا طریقہ حصول اگرچہ طریقہ قمار سے جداگانہ ہو تاہم وہ یقیناً حرام ہے،

علامہ اسی مسئلہ کی ایک اور دلیل بیان کرتے ہین، فرض کرلو کہ شطرنج کی علت تحریم وہی مقامرہ ہے لیکن اسپر بھی غور کرنا چاہیئے کہ خمر و میسر کو اللہ تعالیٰ نے آیت تحریم مین ایک ساتھ بیان کیا ہے

انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون
شراب، جوا، بتون کے چڑھاوے، فال کے پانسے، ناپاکی اور شیطان کے کام ہین تم انسے بچو تاکہ فلاح پاؤ۔

ان آیات مین اللہ تعالےٰ نے خمر و میسر و انصاب و ازلام کو "رجس من عمل الشیطان" کہا، اور اُنسے بچنے کا حکم دیا، پھر خمر و میسر کو ان ذمائم سے مخصوص کیا،

انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ،
بے شبہہ شیطان شراب اور جوے کے ذریعہ سے تمہارے درمیان بغض و عداوت پیدا کرنا چاہتا ہے اور یہ کہ تمکو اللہ کے ذکر اور نماز سے روکدے،

اور پھر آخر مین یون تہدید کی "فھل انتم منتھون" اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت مین متعدد دلیلون سے اور متعدد اسباب و وجوہ کی بنا پر خمر و میسر کی حرمت بیان کیگئی ہے،

اسکے ساتھ ممانعت خمر کی نوعیت پر غور کرو کہ جب اس سے بچنے کا حکم دیا تو پھر اسکے استعمال کو قطعاً اور بہر صورت ممنوع قرار دیا کم ہو یا زیادہ دونون کا پینا یکسان حرام ٹھہرایا، بلکہ نبی صلعم نے جب یہ آیت اُتری تو جسقدر جسکے پاس تھی ضایع کردینے کا اعلان فرمایا، انتہا یہ ہے کہ اسکے بنانے، رکھنے اور پینے کے برتنون کو بھی توڑ پھوڑ دینے کا حکم دیا، (یہان پر متعدد احادیث مشہورہ و آثار صحابہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہین) پس ان احکام سے مقصود سد ذرائع ہے، کیونکہ در اصل ذرائع ہی اصل شے تک پہنچانے والے ہوتے ہین، ٹھیک اسی طرح میسر (جسکا حکم خمر کے ساتھ ہی بیان کیا گیا ہے) کی حرمت کا سبب حقیقی تو اکل المال بالباطل ہے، لیکن اسکے ساتھ لازمی طور پر اور دوسری مضرتون مثلاً فساد، بغض باہمی اور سہو فرائض وغیرہ کو بھی ملحوظ رکھنا پڑیگا، اسلئے کہ یہ بالکل

واضح امر ہے کہ انسان کا نفس اور اسکی خواہشین بہت چھوٹی چھوٹی چیزون سے بڑھتے بڑھتے بڑی بڑی چیزون تک پہنچ جاتی ہین، اسکے بعد علامہ ایک حدیث نقل کرتے ہین

من لعب بالنرد شیر فکانما صبغ یدہ فی لحم خنزیر ودمہ جو نرد کہیلا گویا اُس نے سور کے گوشت اور خون سے اپنا ہاتھ رنگ لیا

یہ ظاہر بات ہے کہ جب انسان سور کے گوشت کو ہاتھ لگائیگا تو رفتہ رفتہ اس سے اُسکی نجاست کا تخیل بھی کمزور پڑتا جائیگا یہانتک کہ اسکے بعد یہ بہت ممکن ہے کہ ایک دن وہ اسکو استعمال بھی کرلے، پس جسطرح اس گوشت کو ہاتھ لگانا چونکہ کہالینے تک کا ذریعہ وسبب بن سکتا ہے، اور اسی بنا پر اُسکا چھونا تک ناجائز قرار دیا گیا ہے، ٹھیک اُسی طرح نرد وشطرنج کا کہیلنا بھی جو اکل بالباطل کا ذریعہ بن سکتا ہے حرام ٹہرا۔

اسی سلسلہ مین علامہ ایک اور استدلال لاتے ہین جس سے بعض شوافع کا یہ خیال ہی سرے سے غلط ٹہرتا ہے کہ نرد وشطرنج کے کہیلنے کی حرمت اکل بالباطل کی وجہ سے ہے، فرماتے ہین یہ کہنا کہ میسر کی حرمت مقامرہ کی وجہ سے ہے بالکل دعوی محض ہے اور ظاہر قرآن وسنت سے اسکے خلاف ثابت ہوتا ہے، اللہ تعالے نے کہا

انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ

ان آیات مین علت تحریم وہی حصول فساد وزوال مصلحت واجبہ ہے اسلئے کہ عداوت وبغض باہمی یقیناً داخل فساد ہے، پھر ذکر الٰہی ونماز سے قلوب انسانی کو لہو کی حالت مین رکھنا (جو یا واجب ہے یا مستحب) اس سے بھی بڑھکر فساد۔ اب دیکھو لیجیے یہی اسباب شطرنج ونرد مین بھی جمع ہین، اسکا یہان کوئی سوال نہین کہ حالت کامیابی مین کوئی معاوضہ ملیگا یا نہین بہرحال اس کہیل مین انسان کی فکر، عقل اور قلب وغیرہ بالکل مستغرق ہوجاتے ہین اور ذہن مین سے ہر ایک کو دوسرے کی چالون کے توڑنے اور ناکام کردینے کی فکر دامنگیر رہتی ہے، اور اسمین انکی حالت یہانتک پہنچ جاتی ہے کہ وہ اپنی بہوک اور پیاس تک کو بھول جاتے ہین انکو اسکا بھی احساس نہین ہوتا کہ اُنکے پاس کون آیا؟ کسنے سلام کیا؟ اور اپنے ضروریات نفس و مال تک سے بے خبر ہوجاتے ہین جب طبعی وفطری ضروریات کی طرف سے غفلت وبیہوشی کا یہ عالم ہو تو پھر تا بذکر الٰہی ونماز چہ رسد؟ نیز یہ بھی قابل لحاظ امر ہے کہ ایک شراب خوار جو بالکل بدمست وسرشار ہو گیا ہو اُسکی اور ایک شطرنج باز کی حالت مین بہت تھوڑا ہی فرق نہین رہجاتا ہے؟ -

(باقی)

مترجمات

ہندوستان وعقلیت

از لالہ ہردیال ایم اے

ذیل مین جس مضمون کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے وہ ہندوستان کے مشہور سیاسی انقلاب پسند لالہ ہردیال ایم، اے کے قلم سے حال مین نکلا ہے، انیسوین صدی عیسوی کے وسط مین جبکہ سائنس کی روز افزون قوت کے مقابلہ مین مسیحی یورپ شکست پر شکست کہا رہا تہا اور مادیات کا غلبہ مغرب کی روحانیات پر مسلم ہوچکا تہا، فرانس کے نامور فلسفی آگسٹ کومٹ نے اپنا فلسفہ ایک مکمل نظام کی حیثیت سے جسکے تحت مین اخلاق، معاشرت سب کچھ آجاتا تہا، متعدد ضخیم مجلدات مین "پازیٹو فلاسفی" (فلسفہ حسیت) کے نام سے دنیا کے سامنے پیش کیا، جسکا لفظی خلاصہ یہ ہے کہ دنیا کو ادوار ثلثہ سے گذرنا ہوتا ہے، پہلا دور مذہب وشریعت کا ہوتا ہے، اسوقت انسان جہالت وضعیف الاعتقادی مین مبتلا رہتا ہے، دوسرا دور فلسفہ کا ہوتا ہے، اسوقت عقلی موشگافیون اور منطقی استدلالات کا دور دورہ ہوتا ہے، تیسرا دور سائنس کا ہوتا ہے، جب انسان حس ومشاہدہ ہی پر اعتماد کرنے لگتا ہے، اور اپنے علم کو محسوسات ومدرکات تک محدود کرلیتا ہے، یہ منزل حقیقت شناسی کی ہوتی ہے اور کمالات انسانی کا یہ منتہی ہے، اس نظام فلسفہ مین مذہب کا جو مرتبہ ہے ظاہر ہے، کومٹ کے ماننے والے پازیٹوسٹ کہلاتے ہین، اور لندن، پیرس مین انکی انجمنین اور مجلسین موجود ہین، جو مختلف علمی کامون مین مصروف رہتی ہین، انگلستان مین انکا ایک مختصر ماہوار

رسالہ پازیٹوسٹ ریویو کے نام سے شایع ہوتا رہتا ہے، لالہ صاحب کا مضمون اسی رسالہ مین شایع ہوا ہے، اس مضمون سے اسکا کافی اندازہ ہو سکیگا کہ ہندوستان مین جو بزرگوار "عقلیت" "روشن خیالی" "ترقی و آزادی" کی علمبرداری کے مدعی ہین خود اُنکے دلائل کسقدر باوزن و سنجیدہ ہوتے ہین! (معارف)

سائنس اور تعلیم عام کی ترقی کے سامنے عبادت گذار و مراقبہ شعار اہل ہند کے قدیم مذاہب و عقاید کی بنیادون کا منہدم ہوجانا یقینی ہے، عقلیت رفتہ رفتہ اس گہوارۂ تصوف و الٰہیات کو تسخیر کرکے رہیگی، البتہ یہ کوئی نہین کہہ سکتا کہ اس سرزمین پر عقلیت کس خاص صورت و قالب مین جلوہ گر ہوگی، ادوار تاریخی کے ساتھ عقلیت کے بھی مختلف مظاہر دشئون رہے ہین، تاہم اسکا جوہر ہمیشہ ایک ہی رہا ہے، ہندوستان اغلباً فلسفۂ حسی کا کوئی جدید نظام خلق کریگا، اِسلئے کہ اُسکے تجربات عمیق تر و وسیع ترین اُسے حق و صداقت کی جستجو مین کاروباری مغرب سے کہین زیادہ غلو و انہماک رہا ہے۔

ہندوستان کو اپنی ترقی و نشو و نما کے لئے مسیحیت کی ضرورت ہے، صدیون سے اسپر جوگیون، زاہدون، مہاتماؤن اور رشیون اُنکے دوسرے پُرجوش گمراہون کی بلا مسلط رہی ہے، یہان کے بہترین افراد نے ہمیشہ اپنی قوتون اور قابلیتون کو سراب و حباب صفت نمائشی مسایل، مکتی (وصال) نیروان (فنا) سمادہی (وجد) و نجات وغیرہ کے پیچھے ضایع کیا ہے، اور ہندو و مسلمان دونون قومین، فرسودہ مذاہب توحید، وحدت وجود وغیرہ کے چکر مین پڑی رہی ہین، اسی کا نتیجہ ہے کہ آج اہل ہند ضعیف الاعتقادی کی انتہائی پستی مین گرفتار، اور جنات، دیوتا، سانپ، شجر و حجر وغیرہ مزخرفات کی پرستش مین مشغول ہین تعلیم یافتہ طبقہ یا تو روحانی زندگی سے بالکل معرّی ہے، یا ویدانت کے نشہ مین مدہوش

پڑا ہے، اور یا عوام کے ساتھ دعا و عبادت مین، جو تملق و خوف کے جذبات پر مبنی ہین، لگا ہوا ہے۔ گمراہی و ضعیف الاعتقادی بلا کی طرح اس سرزمین پر مسلط ہین۔ عقلیت کو اس سرزمین پر ایک بڑا میدان سر کرنا ہے۔

لیکن ہندوستان کے سامنے فلسفۂ حسی کے پیش کرتے وقت ہمین کسی حال مین بھی کومٹ کے اصل الاصول، ترتیب و تسلسل کو نظر انداز نہ کرنا چاہیئے۔ ماضی و حال دونون کے مناسب امتزاج سے ایک مرکب تیار کرنا چاہیئے۔ کوئی متمدن قوم اپنے ماضی سے بے تعلق نہین ہو سکتی، عقلیت کا مقصد تکملہ ہونا چاہیئے نہ کہ تخریب۔ عقلیت کو ہندوستان کے ارباب فکر کے سامنے روایات قدیم کے قالب مین ڈہال کے پیش کرنا چاہیئے۔ نہ اس حیثیت سے کہ پیرس مین بنا ہوا یہ کوئی اجنبی و غیر ملکی نظام ہے، ساتھ ہی جہانتک ممکن ہو اسے جامع و مکمل بھی ہونا چاہیئے۔ زمانۂ حال مین عقلیت کے زیر سایہ جتنی تحریکین یورپ مین پیدا ہوئین، اُن مین صحیح ترین و بہترین وہ نظام حیثیت ہے جسکی بنا و تنظیم کا سہرا اگسٹ کومٹ کے سر ہے۔ قدیم مذاہب کے غلط مسائل کی پردہ دری، اور کتب مقدسہ کی محض مخالفانہ نکتہ چینی کبھی ہندوستانی دماغ کو مطمئن نہ کرسکیگی، یورپ مین اسوقت ہزارہا عقلیئین ایسے ہین جنکی نگاہین والٹیر و پین تک محدود رہتی ہین، اُنکے نزدیک آزاد خیالی کی تبلیغ تمامتر یہ ہے کہ مسیحیت کی غلطیون اور ائمۂ مذہب کی مکاریون کی پردہ دری کیجائے، شروع شروع مین یہ عمل تخریب لازمی ہے، لیکن اسی پر رک جانا ٹہیک نہین۔ اسکے آگے تعمیر و تنظیم کا کام بھی ضروری ہے، اور اسپر اتبک صرف پازیٹوسٹ جماعت نے توجہ کی ہے۔ کومٹ کے استاد و پیشرو سینٹ سائمن کا مقولہ تہا کہ "انسانیت ویرانہ مین آباد نہین رہ سکتی"۔ مرد ہو یا عورت کسی کو ہمیشہ اسپر قناعت نہین رہ سکتی، کہ فلان فلان مسائل غلط ہین، اغلاط کی

تنقید کے بعد اُنکے سامنے حقائق و وقایع کا ذخیرہ پیش کرنا چاہیئے، ہندوستان کی کیجز اسطرح سے ہونا محال ہے، کہ محض اسکی ضعیف الاعتقادیون کا تمسخر و مضحکہ کیا جاتا رہے، معتقدات قدیم کے ابطال کے ساتھ ہی ساتھ اُسے صحت و واقعیت پر مبنی مسائل پہنچتے رہنا چاہیئے، کوئی ہندوستانی ان کثیر التعداد یورپین آزاد خیالون کی طرح گزر نہین کرسکتا، جو ایک طرف تو عقلیت کے دوست اور مذہب کے دشمن ہین، لیکن ساتھ ہی کسی خاص جماعت، سوسائٹی یا برادری کے رشتہ مین بھی منسلک ہونا نہین پسند کرتے، موجودہ نظام حیثیت (پازیٹوزم) مین ممکن ہی کہ کچھ خامیان ہون، لیکن باین ہمہ وہی ایک ایسا نظام ہے جو مشرق کے اُن متلاشیان حقیقت کے لئے باعث کشش و موجب غیب ہو سکتا ہے، جنھون نے افق مغرب پر سائنس کے ستارہ کو طلوع ہوتے دیکھا ہے، اور پیرس، لندن، فرنی، جینوا، و بارسیلونا مین اُسکی روشنی جلوہ گر پائی ہے۔

ہندوستانی دماغ متعدد تحریکات کی بنا پر جو اُسے پچیس صدیون سے متاثر کررہی ہین اسوقت پازیٹوزم کو قبول کرنے کی خاص طور پر صلاحیت رکھتا ہے، ہندوستانی روایات مین فلسفیانہ مباحث مین عقل و استدلال سے کام لینے کے عناصر موجود ہین، ہندوستانی اسکے خوگر ہوگئے ہین، کہ اپنے عقاید کی تائید مین بجائے نقل کے عقل سے کام لین، گوتم بدھ نے اپنے تئین نبی یا رسول کی حیثیت سے پیش نہین کیا، وہ معمولی فرد بشر کی طرح تبلیغ کرتا رہا، اور کبھی کسی فوق الفطرت چشمہ حکمت کا نہین قایل ہوا، یہان کے جو بزرگ ترین حکما، ہوئے ہین، انھون نے دقیق مسایل کا حل ہمیشہ بغیر نقل و الہام کے وساطت کے کیا ہے، یہ صرف آخر زمانہ مین ہوا ہے کہ مذہبی طبقہ کے اقتدار کے تحفظ کے لئے رفتہ رفتہ عقل والے کو بعض قیود کا ماتحت کردیا گیا، لیکن جس زمانہ سے یہ فلسفہ نما شرعی لٹریچر رواج پانے لگا،

وہی ہندی فلسفہ کے انحطاط و زوال کا زمانہ ہے، جہان فلسفہ کا دور دورہ ہو ضعیف الاعتقادی کا وجود باقی نہین رہ سکتا، اور ہندوستان کم از کم فلسفہ کا تو خوگر رہ چکا ہے، حکمت و دانائی کی بنیاد یہین سے پڑتی ہے، انہین فلسفیانہ موشگافیون کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوا کہ تیسری صدی قبل مسیح ہی سے ہندوستان رواداری کے اصول سے واقف ہو گیا، جیسا کہ شاہ اشوک کے فرامین سے ظاہر ہوتا ہے، فلسفہ حیثیت کا بھی ایک اساسی اصول رواداری ہی ہے۔

ایک لحاظ سے ہندوستان (بہ استثنا چین) دنیا کے تمام ممالک سے زیادہ عقلیت کو قبول کرنے کے لئے مستعد ہے، ہندوستانی دماغ عقیدۂ توحید (یعنی عقیدۂ وجود خالق یکتا) کے مہمل و مہلک تخیل کو جو وہم پرستی و ضعیف الاعتقادی کی سب سے خطرناک صورت ہے نظر انداز کرچکا ہے۔ حکماے ہند کے صرف دو ہی گروہ ہین، ایک وہ جو ملحد ہین اور دوسرے وہ جو وحدت وجود کے قایل ہین، ایسا کوئی بھی نہین جو سیمیاطیقی عقیدۂ توحید کے عمیق غار مین گرا ہو، اسمین شبہہ نہین کہ بعض جدید فرقے مثلاً سکھ، برہمو، آریہ سماج وغیرہ اس عبرانی عقیدہ کے پیرو ہوگئے ہین، لیکن یہ ایک بہت ہی جدید تغیر ہے۔ حکماے ہند نے چونکہ عوام کو اس حال پر چھوڑ دیا کہ وہ شرک، بت پرستی و خرافات پرستی کے دلدل مین پھنسے رہین، اسلئے توحید پرستی کو قدرتاً اسکا موقع مل گیا کہ وہ شمالی و مغربی ہند مین سادگی اسلام کے زیر حمایت ایک نمایان فتح حاصل کرلے، لیکن ہندوستان کی توحید پرستی، اسلام کے عقیدہ سے اصلاً بالکل مختلف ہے، ہندی خدا پرست "کرم" اور تناسخ کے بہ دل معتقد ہین جسکے معنی یہ ہین کہ وہ خدا کی ربوبیت کاملہ کے منکر ہین[1] - یہ لوگ جسوقت خالص توحید کا دعوی کرتے ہین اُس

[1] اس دعوی اور اسکی دلیل مین اگر ناظرین کو کوئی ربط نہ نظر آئے تو انہین اپنی فہم کو قصوردار (بقیہ آیندہ)

وقت بھی ان کا رجحان وحدت وجودہی کی جانب ہوتا ہے، خدا پرستی کا عقیدہ ہندوستانی دماغ کے لئے بالکل بیگانہ رہا ہے، ڈھائی ہزار سال سے زیادہ ہوا کہ کپل نے صاف صاف وجود باری کا انکار کر دیا، اور اُسکی یہ تعلیم اس مختصر فقرہ مین آج تک محفوظ چلی آتی ہے کہ "خدا ثابت نہین ہو سکا ہے"۔

بُدھا و مہابیر نے اس عقیدہ کی عام تلقین کی، اور دنیا کے ان دو بڑے ملحدانہ مذاہب جین مذہب و بودھ مذہب کی تبلیغ ہندوستان ہی مین ہوئی، جینی اور بودھی مبلّغین ہی کی کوششون کا یہ نتیجہ ہوا کہ الحاد و دہریت کو ایک مذہبی حقیقت کا مرتبہ حاصل ہو گیا، وحدت وجود بھی درحقیقت بمقابلہ خدا پرستی کے دہریت سے قریب تر ہے[1]۔ پس اگر پازیٹوزم کی دعوت ہندوستان کو دیجائے تو توحید تو کوئی زبردست حریف کی حیثیت ہی نہین رکھتی، لے دیکے صرف بت پرستی باقی رہجاتی ہے، سو اسکے قدم بہ آسانی اکھڑ جائینگے راسخ الاعتقاد حلقون مین الحاد کا انتساب آج بھی کچھ معیوب نہین سمجھا جاتا، اسلئے سانکھیا حکما، کا پختہ ہندو ہونا سب کو مسلّم ہے، حالانکہ وہ کھلم کھلا ملحد تھے، غرض اہل ہند کے دماغون مین توحید کی حمایت مین کوئی رواجی یا روایتی استعداد بھی موجود نہین، پس گویا لڑائی آدھی تو جیتی ہی ہوئی ہے۔

بدھسٹ حکما، بجائے خود، وجود روح کے بھی منکر ہین، تاہم عملی حیثیت سے وہ اسکے قائل ہی ہین، بدھا وجود روح کا قائل نہ تھا۔ چنانچہ "سوالات بلنڈا" مین جو مکالمات ہین

(سلسلۂ صفحۂ گذشتہ) سمجھنا چاہیئے۔ عقلیت کے مبلّغ سے اس صریحی بے عقلی کا وقوع کیونکر ممکن ہے! (معارف)

[1] اگر "عقلیت" پر ایمان لے آنے سے اسی قسم کے اسرار و دقائق کا انکشاف ہونے لگتا ہے، تو ماہرین امراض دماغی شاید بہت جلد فہرست امراض مین اس جدید عنوان کا اضافہ کر لین۔ (ایضاً)

ان مین بدھا کی اصل تعلیم کی مستند و اسالیب حسنہ کے ساتھ توضیح کی ہے۔ لیکن کرم کا جو عقیدہ ہے، اسکے لئے حقیقت رُوح کو تسلیم کرنا ناگزیر ہے، اس باب مین قدیم بدھسٹ تحریرون کے حوالے پازیٹوسٹ گروہ کے لئے مفید ہونگے۔ اگر ہندوستان کے کارنامے اس بارہ مین اسکے بعد کچھ نہین۔

اہل ہند اس مسئلہ سے بخوبی واقف ہو چکے ہین کہ ہر باعظمت و نیک شخص کا احترام کرنا چاہیئے، خواہ وہ کسی مذہب اور کسی نسل کا ہو، ہندوستانی روایات مین شرافت نفس کو بہت بڑا مرتبہ حاصل ہے، اور اس حیثیت سے ہندوستان کھرے کھوٹے مین خوب تمیز کر لینے لگا ہے۔ یہان کسی مذہبی پیشوا کی اُسکے عقیدہ یا قومیت کی بنا پر توہین و تحقیر نہین کیجاتی چنانچہ انتہائی سیاسی عداوت کے باوجود، مسلمان پیشوایان مذہب کی، اگر انکی شخصی زندگی واقعی مقدس ہوئی، پوری تعظیم کیجاتی رہی ہے۔ گویا مذہبی حقانیت کا معیار حسن عمل قرار پا گیا ہے، چنانچہ اجمیر کے مسلمان پیر، معین الدین چشتی کے مزار کی زیارت کے لئے ہر سال ہزارہا ہندو جاتے ہین۔ ہندوستانی گو اس پیر کے مذہب کو نہین مانتا، لیکن اسکی ذات سے ارادت و عقیدت رکھتا ہے، بالکل یہی اصول پازیٹوزم کا ہے، جو ہر بڑے شخص کی عزت و احترام کی تعلیم دیتی ہے، خواہ اُس نے ایسے عقاید کی کیون نہ تلقین کی ہو جو نہایت مضر اور پازیٹوزم سے بالکل مختلف بلکہ اسکے مخالف ہون۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ہندوستانی بمقابلہ یہودی، مسیحی و مسلمان کے پازیٹوزم کو بہ آسانی قبول کر لیگا، اسلئے کہ ان تینون مذاہب

(یہودیت، مسیحیت، و اسلام) کی تعلیم یہ ہے کہ پیشوایان مذاہب غیر منکر و بطال ہوئے ہین، جنکے لئے دائمی عذاب جہنم ہے۔

حیثیات بالا سے، ہندوستان مین پازیٹوزم کے استقبال کے لئے زمین تیار ہو چکی ہے،

لیکن ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے، اہل ہند کو گرویدگی رہبانیت، زہد، فقر، تصوف وغیرہ کے ساتھ ہے، انکی معاشری زندگی تنگ خیالیون سے محدود ہے، وہ یاد ماضی کے مختصر عالم مین مست رہتے ہین، اور مغرب سے تحصیل فلسفہ پر آمادہ نہین، کاشتکارون کا طبقہ جاہل ہے، اور ہندوؤن کی معاشری زندگی کی بنیاد دین بت پرستی پر قائم ہین، سائنٹفک اصول پر غور و فکر ایک نامعلوم شے ہے، تناسخ کا عقیدہ، ہیضہ و ملیریا کی مقامی وباؤن کی طرح ہند کے لئے مخصوص ہے، اور زندگی کو زیادہ سے زیادہ ایک ناگزیر معصیت سمجھا جاتا ہے، اس صحرائے اوہام کی بیخکنی لازمی ہے، قبل اسکے کہ صحیح نشو و بالیدگی ممکن ہو، یہ کام صرف پازیٹوزم ہی سے انجام پاسکتا ہے۔ یورپین پازیٹوسٹ گروہ کو اس خدمت پر کمربستہ ہوجانا چاہئے۔

نوٹ از ایڈیٹر پازیٹوسٹ ریویو":- مین اگرچہ مذاہب ہند کے متعلق مسٹر ہردیال سے بہتر رائے رکھتا ہون، تاہم مجھے انکی رائے سے پورا اتفاق ہے کہ ہندوستان مین جدید مذہبی زندگی کی جو قلم لگائی جائے، وہ روایات قدیمہ ہی کے تنہ پر ہو، اس جدید بالیدگی کا آغاز عمل ممکن ہے مغرب ہی کی جانب سے ہو، لیکن یہ قطعی ہے کہ اس کام کا سرانجام اہل ہند ہی کے ہاتھ ہے۔

(ایڈیٹر پازیٹوسٹ ریویو)

معارف - جہالت بجائے خود ایک قابل علاج مرض ہے، لیکن جب اسے عالمانہ نمائش و محققانہ ادعا کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے تو اسکا علاج کسی کے بس کی بات نہین، اور اسی کا نام جہل مرکب ہے۔ مضمون بالا کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ "عقلیت" کے اس ہندوستانی علمبردار کا یہ مرض غالباً مزمن ہوچکا ہے۔

مضمون نگار کی شائستگی، تہذیب و متانت کا اندازہ ان فقرون سے بخوبی ہوسکیگا، جنہین ہم نے زیر خط کردیا ہے، دوسرے مذاہب کو "ہیضہ و ملیریا" کی طرح ایک وبا قرار دینا،

عقیدۂ توحید کو "مہمل" "مہلک اور سب سے زیادہ خطرناک، وہم پرستی" تحریر کرنا شاید عقلیت کے آئین تہذیب مین بالکل جائز ہے۔ رواداری پر لفظاً سب سے زیادہ زور دیا گیا ہے، لیکن عملاً اسکا مفہوم یہ قرار دیا گیا ہے، کہ دوسرے مذاہب کو انتہائی اہانت اور سب و شتم کے ساتھ یاد کیا جائے۔ عقل و استدلال کا نام بار بار لیا گیا ہے لیکن خود اپنے دعاوی کو دلایل و براہین کی منت کشی سے یکسر آزاد رہا گیا ہے۔

"تاریخی صحت و واقعات کا یہ التزام ہے کہ ہندو حکمار کی طویل فہرست مین ایک موحد کا بھی نام نظر نہین آتا! دعوی یہ ہے کہ حکمائے ہند سب کے سب بلا استثنا ملحد یا تقریباً ملحد ہوے ہین۔ لیکن اس دعوی کے ثبوت مین لے دیکے صرف ایک کپل کا نام مل سکا ہے اور اسکے الحاد کی بھی کسقدر مستحکم دلیل اسکے اس فقرہ سے دی ہے کہ "وجود باری ثابت نہین ہوسکا ہے"۔ ہمارے وسیع النظر دوست کو شاید اس کھلی ہوئی حقیقت کی بھی اطلاع نہین کہ سب سے بڑے توحید پرستون مین سے اکثرون نے یہی کہا ہے کہ وجود باری دلیل و برہان سے ثابت ہونے والی شے نہین۔ کیا انکے اس قول سے انکا بھی ملحد ہونا ثابت ہوگا؟ اردو کے ایک صوفی شاعر کا شعر ہے،

اللہ رے نزاکتِ وجود باری
ثابت ہونے کا بار بھی اُٹھ نہ سکا

کیا ہمارے دوست اس شاعر کو بھی ملحد شعرار کے زمرہ مین شمار کرینگے؟

مذہبی واقفیت کا یہ عالم ہے کہ مسلمانون کے متعلق یہ ارشاد ہوتا ہے کہ "وہ دوسرے مذاہب کے پیشواؤن کو بطّال و مکار سمجھنے پر مجبور رہین، اور اُنکے لئے اُنکے نزدیک دائمی عذاب جہنم ہے"۔ یہ ستم ظریفی اس مذہب سے متعلق کیگئی ہے، جسکی واضح تعلیم یہ ہے کہ جو لوگ

خدا کے سوا دوسرون کو پکارتے ہین (یعنی مشرکون) کو سب و شتم نہ کرو" (انعام آیت ۱۰۹)
اور جسکی تصریحات ہین کہ "ہر قوم کے لئے ایک ہادی ہے"، "ہر جماعت کے لئے ایک
رسول ہے" "ہر قوم مین خدا کی جانب سے ایک تنبیہ کرنے والا بھیجا گیا ہے" اور مسلمانون کو
بار بار تاکید کی گئی ہے کہ ان سب ہادیان حق کو برابر سمجھین، اور ان مین باہم کسی
طرح کی تفریق روا نہ رکھین!

یہ نمونہ اس روشن خیالی، اس عقلیت، اس رواداری، اس سنجیدگی، اور اس
ترقی پذیری کا جسکی دعوت ایک فاتحانہ اِدّعا و خود سرانہ تحکم کے ساتھ تاریک خیال،
وہم پرست و ضعیف الاعتقاد ہندوستان کو دی جا رہی ہے! بہتر ہوگا کہ قبول دعوت سے
پیشتر ایک بار داعیون کی اخلاقی و دماغی حالت کا جائزہ لے لیا جاے، اسکے بعد فیصلہ
بہت آسان ہو جائیگا،

پہنچا تو ہوگا سمع مبارک مین حال میر
اسپر بھی جی مین آئے تو دل کو لگائیے

علوم مشرقیہ اور مدارس یورپ

امریکہ کے ایک مستشرق فلیپ ہٹی (Philip Haity) نے جو
نیویارک امریکہ مین کولمبیا یونیورسٹی (Columbia University) کے
پروفیسر ہین، مندرجہ بالا عنوان سے ایک طویل مضمون لکھا ہے، جو مصر کے ایک ہفتہ وار علمی
رسالہ مین شائع ہوا ہے، اُسکا اقتباس ہم ہدیۂ ناظرین کرتے ہین:۔

ہر سال موسم خریف مین جہازات متعدد غربی اساتذہ و مدرسین کو ممالک مصر و شام مین
منتقل کرتے ہین جنمین خصوصاً انگریز، امریکی اور فرانسیسی ہوتے ہین، تاکہ اینگلو سیکسینہ اور
لاطینی زبان کی شاخون کے قواعد کی تعلیم جدید اور مغربی تمدن کے اصول اور فلسفۂ حیات کے
نظریات کی اُنھین تلقین کرین، یہ ایک معروف و مشہور امر ہے، لیکن وہ امر کہ جس سے لوگ
بہت کم واقف ہین، یہ ہے کہ علم کا سفر صرف غرب سے شرق کی جانب ہی نہین بلکہ شرق سے
غرب کی جانب بھی ہے، اور اگرچہ علم کا سفر اول حدیث ہے، لیکن سفر ثانی قدیم ہے، دونون
مین کوئی فرق نہین، سواے اسکے کہ علوم غربیہ کے داخلہ کی تحریک کرنیوالے خود ابناے
غرب ہی ہین، اور ساتھ ہی اسکے علوم شرقیہ کو یورپ مین بلانیوالے بھی یورپ ہی پاے
جاتے ہین،

قرون متوسط مین غرب کا شرق سے اتصال

اندلس مین | اسمین شک نہین کہ سلسلہ حوادث کا وہ پہلا حلقہ کہ جسکا نتیجہ علوم شرقیہ کا

بلاد غربیہ مین داخلہ ہے، وہ عربون کی براعظم یورپ مین جنوبی غربی جانب کی فتوحات ہین اور اُن کا اندلس مین صدیون تک کا دراز قیام ہے جیسا کہ ان مین بہت سے افراد مثل ابن رُشد وابن خلدون کے ان لوگون مین سے پیدا ہوے جنھون نے فلسفۂ عربیہ کے مطالب کو اسپینیون اور فرانسیسیون کے فہمون کے قریب کر دیا، اور اُن سے دوسرون تک جیسا کہ مشہور و معروف ہے پھر عربون ہی کے وجود نے یورپ مین بخارا، الجزائر، اور شام کے علماے اسلام کی تالیفات کے ترجمہ کا اور یورپ کے اطراف مین اُنکی اشاعت کا راستہ بھی کھولا ہے، ہمارے لئے قانون ابن سینا کا استشہاد کافی ہے کہ جسکو ابناے یورپ نے بارہوین صدی سے لیکر سترہوین صدی تک بطور ایک طبی رہنما کے اختیار کیا، قانون کا ترجمہ زبان عبرانی مین ۱۴۹۱ء مین ناپولی مین کیا گیا، اور عربی کے ساتھ رومیہ مین ۱۵۹۳ء مین طبع ہوا، پھر لاطینی (Latin) زبان مین ترجمہ کیا گیا، اور اسکے علاوہ ابن سینا کی دیگر تالیفات منطق اور فلسفہ طبعیہ مین سے ترجمہ کی گئین، اور اسی طرح اسکے قبل بھی ابن سینا کی خاص خاص تالیفات لاطینی زبان مین کی گئین مگر ابن رشد کے ترجمات ایک غیر منظم ترکیب سے آئے جو ضبط و احکام سے باہر تھے۔

واجب ہے کہ ہم اس امر کو بھی فراموش نکرین کہ یہودیون کے علما و فلاسفہ کی بھی ایک تعداد مثل ابن جیوج، و کمحی ماہرین علم لغت و ابن جیرول شاعر و ابن جیمون (میموندس) فیلسوف کے تھی کہ جنھون نے قرون وسطی مین یورپ مین نشو و نما پائی، اور وہ سب اعلے معارف و فنون کی جانب تنبیہ خواطر اور توجیہ افکار مین مہارت تامہ رکھتے تھے[1]، (ابن جیوج

[1] فاضل پروفیسر علامہ ابن رشد اور شیخ الرئیس ابن سینا کے مقابلہ مین اُن چند یہودی علماء کے نام پیش کر کے یہ دکھلانا چاہتے ہین کہ یورپ بھی اس زمانہ مین علوم و فنون مین مسلمانون سے پیچھے نتھا لیکن آگے چل کر پروفیسر موصوف ان علماء یہود کی جو جائے پیدائش اور سنہ ولادت بتلاتے ہین (بقیہ برصفحہ آئندہ)

مراکو مین ۹۵۰ء مین پیدا ہوا، لیکن توطن قرطبہ (Cardova) مین اختیار کیا، اور یہ ابن النحو العبرانی کے لقب سے ملقب ہے، اسی طرح سے میموندس ۱۱۳۵ء سے ۱۲۰۴ء تک قرطبہ مین زندہ رہا، اور ابن جیرول و کمحی جنوبی اسپین مین گذرے، اول ۱۰۲۱ء سے ۱۰۷۰ء تک اور بارہوین صدی مین، اس زمانہ کے اکثر علماء یہود نے جو کچھ لکھا وہ عربی زبان مین عبرانی زبان کے حروف سے لکھا، اور تمدن عربیہ کے آثار اُنکی کتابون مین ظاہر ہین،

کیونکہ علماے عرب کی تاثیر کا انکار یورپ پر قرون متوسطہ مین ہونا امر یقینی تھا، پس اسی انداز مین شرقیین اور مستشرقین نے حتی کہ اُن مین سے بعض نے غربی تمدن کے بڑے بڑے اصولون کا محاکمہ مبادی عربیہ کی جانب کیا اور منجملہ ان فضلاے امریکہ کے استاد وینر (Weiner) ہارفوڈ یونیورسٹی (Harford University) کے ہین کہ جنھون نے حال مین دو جلدین شائع کی ہین، جنمین اُنھون نے یہ ثابت کرنیکی کوشش کی کہ گوتھک Gothic تمدن کا بڑا حصہ عربی الاصل ہے اور گوتھک کے کئی کلمون کے اور اسکے ساتھ جرمنی اور انگریزی کلمون کے اشتقاق کا اعادہ عربی مصدر کی جانب کیا ہے، گویا کہ استاد موصوف نے دو یا دو سے زیادہ زبانون کے کلمات مین تجانس لفظی کو اُن زبانون کے درمیان علم الالسنہ (Philology) کے علاقہ کے وجود کی دلیل شمار کی ہے،

(بسلسلہ صفحہ گذشتہ) اس سے یہ امر صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ بھی مسلمانون ہی کے آغوش علم مین تربیت پانیوالے اور اُنھی کے علوم و فنون کے چشمون سے فیضیاب ہو کر کامل بنے تھے، اسلئے کہ پیدائش کی جسقدر تاریخین پروفیسر موصوف نے بتلائی ہین، وہ دسوین صدی عیسوی سے پہلے کی ہین، اور مسلمانون کا سیلاب فتوحات ساتوین عیسوی مین ہی تمام شمالی افریقہ پر چھا چکا تھا اور خود اسپین مین مسلمانون کی فتوحات ۷۱۱ء سے شروع ہو گئی تھین،

حروب صلیبیہ | درصل حروب صلیبیہ کے نتائج اپنے تمام فسادات کے ساتھ بعض بھلائیون سے بھی خالی نہ تھے، اور اُنکا رُوحانی فائدہ یہ تھا کہ اُنھون نے یورپیون کو اول مرتبہ اس چیز سے آگاہ کیا کہ جو ابناے شرق ادنی علوم ریاضیہ، فلکیہ، اور فلسفیہ کے ذخائر سے رکھتے تھے، اور بہت اہل فرنگ پر اُنکا اقتباس آسان کردیا، وہ جہاز جنھون نے قافلون کو مشرق مین منتقل کیا تھا مغرب مین مشرقی مصنوعات اور تجارتی سامان کے ساتھ واپس ہوئے، اور اس راستہ پر کہ جسپر تجارت چلی تھی، علم ہمیشہ اسکے پیچھے چلتا رہا، پس سب سے پہلے قاتل، پھر تاجر، پھر عالم اُسپر چلے، اور یہی وہ نقش قدم ہین کہ جنپر تعلقات بشریہ کی تاریخ مین واقعات چلتے ہین،

سقوط قسطنطنیہ | پندرھوین صدی کے وسط مین سلطنت بائزنطین (Byzantine) پر ترکون کے غلبہ کا نتیجہ بہت سے علماے یونان کی براعظم یورپ کی جانب جلاوطنی بھی تھی جنھون نے اپنے ساتھ کثرت سے کتابین اور لامحدود مجلدات منتقل کین، قبل اسکے بہت سے اطالوی ادبا، قسطنطنیہ اور ایتھنس کی اپنے علوم عالیہ کی تکمیل کے لئے اقتدا کیا کرتے تھے، اس سے یورپ کے طلباے ادب مین ایک جدید ذوق فلسفہ یونانیہ اور اُسکے رفیق فلسفہ مشرقیہ کی جانب پیدا ہوگیا، اور مشرق ادنی کے علوم اور اُنکے تفوق و ترقی کے اسباب کی جانب توجہ ہوئی یہی وہ تیسرا واسطہ اتصال ہے کہ جو علوم مشرقیہ و مغربیہ کے باہمی علاقہ مین پایا جاتا ہے،

افکار کی بیداری عظیم | پندرھوین صدی کے اواخر مین یورپ کے عالم فکری مین ایک نئی اور شدید حرکت پیدا ہونا شروع ہوئی جسکی غایت پرانے اعتقادات و تقالید دینیہ اور فلسفۂ قدیم سے خلاصی تھی اور علوم یونانی اور رومانی کی جانب میلان تھا، اور یہی وہ بیداری افکار ہے کہ جو (Renaissance) کے نام سے مشہور ہے، اور یہ ان تین اہم اسباب کا آخری نتیجہ ہے،

(۱) عربون کی فتوحات اسپین مین،

(۲) حروب صلیبیہ،

(۳) فتح قسطنطنیہ،

اس حرکت کے آخری دور مین یورپ کی قومون مین شرقیون کے غور و فکر کے طریقہ اور انکے ماضی کے حالات معلوم کرنے کی جانب میلان زیادہ ہوگیا، اسلئے کہ یونان و روم اور ابناے شرق کے درمیان صلات دمویہ اور علاقہ ادبیہ و روحانیہ ہے، اور ایک فریق کا فہم دوسرے فریق کے فہم کے بغیر مشکل ہے، پس علوم یونانیہ لاطینیہ سے علوم مشرقیہ کی جانب انتقال طبعاً سہل ہوگیا۔

اسباب

جذبۂ دینی | ہوسکتا ہے کہ وہ پہلا سبب جس نے یورپینون کو درس شرقیہ مین غور و خوض کرنے کی جانب متوجہ کیا، دینی جذبہ ہو، اسلئے کہ اُنمین سے بہت سون نے اور خصوصاً اکلیر سکلیلی نے توجہ کے ساتھ ان علوم کو اختیار کیا تاکہ فرائض دینیہ سے مختص کتابون کے طبع کرنے کی جیسا کہ ابناے شرق نے شروع کیا تھا قدرت پادین، یا آنیوالے حملون کے مقابلہ کی، اور اول مدرسہ جو اس راہ مین قائم کیا گیا وہ مدرسہ جمعیتہ مقدسہ کا دین عیسوی پھیلانے کے لئے تھا، (Sacra Congregatio de Propaganda Fide) کہ جسکی بنیاد پوپ غریغورس پانزدہم نے سنہ ۱۶۲۲ مین رکھی، اسکے بعد ہی وہ کالج ظہور مین آیا کہ پوپ اوربانوس ہشتم نے سنہ ۱۶۲۷ مین Collegium Urbanum de Propaganda Fide کے نام سے قائم کیا، اور ان دونون کالجون کی غرض مبلغین کی تہذیب اور مشرقی گرجون کے لئے کتب کا طبع کرنا تھی،

مستعمرات و تجارت | اسمین شک نہین کہ دو عوامل تو یہ کہ جنھون نے عقلون کو معارف شرقیہ کے استقبال کے لئے آمادہ کیا، سیاست و تجارت پر منتہی ہوتے ہین،

پس حکومت فرانس کا شروع سے خاص رجحان سبھی مقدس شہرون کی طرف رہا اسلئے فرانسیسیون نے دروس شرقیہ کی توسیع مین ہمت دکھلائی اور فرانسیسی حکومت اٹھارہوین صدی کے دوران مین مشرق ادنی کی جانب آدمی بھیجتی رہی اور بسا اوقات اس سے پہلے بھی چند نوجوانون کو (Jeunes de Langue) جو درس دیا کرتے تھے، اسکی تاریخ، اسکی لغات، اور اسکے دین کا جیسا کہ نتیجہ نکلتا ہے اس جملہ سے جو اس عربی گرامر مین وارد ہے جسکو دی ساواری De savary نے ۱۷۸۴ء مین تالیف کیا اور حکومت کو Grammatica Linguae Arabicae Vulgaris recau Sittera-Tio کے نام سے طبع کے لئے پیش کیا، لیکن کتاب ۱۸۱۳ء تک شائع نہین ہوئی،

پس فرانسیسی اور شامی قبائل کے درمیان اس تاریخی رابطہ اور تقلیدی محبت نے بہت سے فرانسیسیون کو علوم عربیہ کے ضبط و اشاعت کی طرف متوجہ کیا برخلاف حکومت برطانیہ کے، کیونکہ اس نے باوجود اپنے مقبوضات کی وسعت کے اور ایشیا و افریقہ کے قبائل کے اور خصوصاً قبائل اسلام کے ساتھ کثرت کے ساتھ علائق رکھنے کے اپنی رعایا مین سے مستشرقین پیدا کرنے کا بالکل اہتمام نہ کیا، اور نہ ہی اسکے لئے مراعات کے ساتھ انکی مدد کی، ہم نے کسی حادثہ کی بابت نہ سُنا کہ اسمین انگریزی مستشرق وزارت خارجیہ یا حربیہ کے ساتھ رائے و مشورہ مین شریک ہوئے ہون سوائے اس آخری حملہ کے کہ جو زیر قیادت جنرل الینبی ارض فلسطین مین ہوا، اسلئے کہ علمائے انگریزیہ کے ایک فریق نے اس حملہ کی

واقفیت کی بھی اور قیادت حربیہ ان سے مشورہ لیتی اور انکے علم سے مستفید ہوتی تھی،

لیکن جرمنی کا اہتمام شئون شرقیہ کے لئے دوسرون کے اہتمام سے مختلف ہے کیونکہ وہ شروع سے منظم، مرتب اور ایک معین مقصد کے لئے رہا، اور وہ مقصد "استعمار و انتفاع" ہو لیکن روس و آسٹریا تو انکے باشندون کے نصف شرقی ہونے کی سبب سے اور انکے حدود بلاد شرقیہ سے ملی ہونیکی وجہ سے انکو علوم مشرقیہ کی جانب توجہ کرنے اور ان مین سے بعض کی اشاعت انکے درمیان جاری کرنے سے کوئی چارہ نہ تھا،

وسائل

افراد | دسوین صدی کے بعد نہ تو کوئی زمانہ اور نہ بلاد یورپ مین سے کوئی شہر ایک فرد یا چند ایسے افراد سے خالی رہا کہ جنکو ابنائے شرق کی زبانون اور انکے غور و فکر کے نتیجون نے از خود رفتہ نہ کر دیا ہو، پس انھون نے اسکے حاصل کرنے مین دلچسپی لی اور اپنی زندگیون کو انسے استفادہ حاصل کرنے کے لئے صرف کر ڈالا، لیکن ہوس اور غابنہ کے بابت ان لوگون مین سے بر سبیل استشہاد ہم دو مثالون کے پیش کر دینے پر اکتفا کرتے ہین، ایک ان مین سے جدید ہے اور دوسری قدیم۔

اٹلی مین آجکل ایک امیر صاحب جاہ و ثروت اور علم ہے کہ جو خدمت علوم اسلامیہ کے لئے اسطرح کھڑا ہو گیا ہے کہ اسکے مانند بہت کم کھڑے ہوئے ہین، اور وہ پرنس لیون کیتانی Leone Caitani ہے، اس مستشرق نے ۱۹۰۵ء سے ۱۹۰۸ء تک آٹھ ضخیم جلدین تاریخ اسلامی Annali dell Islam مین لکھی ہین کہ جسکی نظیر نہین اور اسمین صرف تاریخ مشرقی ہی کے متعلق بیان نہین کیا ہے، بلکہ جس تاریخ کا بھی ہو سکتا ہے اسلئے کہ مصنف نے ہر سنہ کا ذکر کیا ہے اور تمام حوادث جمعہ کو کہ جو اس سنہ مین وقوع پذیر ہوئی ہین

اہم مصادر عربیہ قدیمہ سے ترجمہ کرکے مرتب کیا ہے اور اُسپر حواشی چڑہاے ہین جو متقدمین و متاخرین کے ثقہ ترین لوگون سے ماخوذ ہین، اور ان سب کو تصاویر و نقشون سے مزین کیا ہے، اگر یہ کتاب اطالوی زبان مین کہ جسکو علوم اسلامیہ کے طلبا بہت کم جانتے ہین نہوتی تو یہ اپنے باب مین مفید ترین کتاب اور طلبا و مدرسین کے لئے سب سے زیادہ روشن دلیل ہوتی،

تیرہوین صدی عیسوی مین ولایت کتالونیا Catalonia مین اسپین کے عمال مین سے ایک راہب تہا جسکا نام ریمون لل Raimon Lull تہا اُس نے اپنے قوی و وقت کو درس عربیہ کے لئے اور مشینری کے لئے ریڈرین طیار کرنے کی ضرورت مین ان استادون کے لئے صرف کیا جو مدارس مین بلاد اسلامیہ کے لئے مسیحی مبلغین کو طیار کرنے کے واسطے عربی کا درس دیتے تھے، پس اس ریمون نے ۹ سال تک عربی کا درس دیا، اور کئی برس فرانسیسیون کے گرجے مین میرمار مین پڑہایا، اور جس شخص نے اُسکی کتاب Libra de Maravelles کا مطالعہ کیا ہے وہ اُسمین کلیلہ دمنہ کے بہت آثار پاویگا، وہ رومہ گیا اور پوپ کلیمنفوس پنجم اور بلیفاس ہشتم کو علوم مشرقیہ کی تعلیم کیلئے مشن اسکولون کے قائم کرنیکی ضرورت جتلائی پھر پیرس گیا، پھر ماونٹ پولیر، پھر جنیوا، اور پھر قبرص لیکن بے فائدہ۔

جماعات یورپ کے بڑے بڑے شہرون مین سوسائٹیان ہین، مثلاً رائل ایشیاٹک سوسائٹی یا فرنچ ایشیاٹک سوسائٹی کہ جنمین ابناے غربیہ سے مستشرقین اور علوم شرقیہ سے شغف رکہنے والے داخل ہوتے ہین، اور ان سوسائٹیون کی غایت مشرق کے متعلق، لغوی، فلسفی تاریخی اور دینی مباحث کا اہتمام کرنا اور انکے ممبرون کی معلومات مین لکچرون اور مولفات کی

اشاعت سے وسعت پیدا کرنا ہے، ہم یہان پر ان سوسائٹیون کے وجود کی جانب اشارہ کردینے پر اکتفا کرتے ہین، اسلئے کہ ہماری بحث یہان پر خصوصاً مدارس سے متعلق ہے۔

علماے مترجمین گو کہ اندلس کے عرب، صلیبیین اور بازنطیین علوم شرقیہ کو مغرب مین منتقل کرنے کے واسطہ ہوے ہین، لیکن اسمین بھی شک نہین کہ یورپ کے جدید مستشرقین ان کے علاوہ دوسرے عربون کے فرزندان روحی ہین، اسلئے کہ علماے یورپ جو مستشرقین ہین وہ وہی مترجمین علام لبنانیون کی اولاد ہین جنھون نے سولہوین صدی مین اور اسکے بعد معارف عربیہ و سریانیہ کو اٹلی و فرانس مین داخل کیا، اور منطق و فلسفہ و تاریخ اور مشرقیون کے دین کی اشاعت کی اور ابناے غرب مین ابناے مشرق اور انکی افکار سے واقفیت حاصل کرنیکی رغبت پیدا کی، پس لبنانی وہ ہین جنھون نے علوم مشرقیہ کا باب ابناے غرب کے لئے کھولا، اور انکی سب سے بڑی فضیلت انہین کو ملتی ہے۔

سب سے پہلا استاد سریانی زبان کا یورپ مین الخوری یوسف گذرا ہے کہ جسکو پادری سمعانی الحدثی نے سنہ ۱۵۱۵ مین رومہ بھیجا تہا۔

سب سے پہلی کتاب جو زبان سریانیہ کی نحو مین یورپ مین مدون گئی وہ وہ کتاب ہے کہ جسکو جرجیس میکائیل عمیرہ نے جو مارونیہ کالج رومہ کا سند یافتہ تہا تالیف کی،

سب سے پہلا شخص جس نے تاریخ فلسفہ شرقیہ کی تلخیص فرانسیسی زبان مین کی وہ ابراہیم حاقلانی ہے جو حاقل کی طرف منسوب ہے (اور یہ لبنان کا ایک قصبہ ہے) اور لاطینی زبان مین Ecchelenais کے نام سے مشہور ہے اور حاقلانی سریانی اور عربی زبان کا رومہ مین استاد تہا، سنہ ۱۶۶۴ مین رومہ مین انتقال کیا اور ۴۶ تالیفات تاریخ شرقیہ فلسفہ، اور سامی زبانون مین چھوڑین۔

وہ سب سے پہلا شخص جس نے لاطینی زبان میں ترجمہ کی بنا رکھی وہ مریج نمبردن (Fausutus Nauronius) بان لبنان کے ایک قصبہ کا ہے، یہ سنہ ۱۶۱۱ء میں اپنے ماموں ابراہیم حاقلانی کی جگہ شاپنزا کالج، روما میں کام کرنے کے بعد فوت ہوا،

ان لوگون میں سے جنھون نے شاپنزا میں درس دیا، علامۂ جبرائیل صہیونی ..... [illegible] بھی ہے جو اھدن میں سنہ ۷۷ء میں پیدا ہوا، اور سنہ ۱۶۴۸ء میں پیرس میں فوت ہوا، یہ روما میں استاذ رہے، پھر شاہ لوئیس سیزدہم کا ترجمان مقرر ہوا، پھر سامی زبانون کا صوربون Sorbonne میں استاذ ہوا، تورات کا متعدد زبانون میں ترجمہ کرنے کے ساعدین میں سے یہ بھی ایک تھا اور ترجمہ تورات میں اُسکے ساتھ کام کرنیوالا اسکا رفیق یوحنا الحصرونی تھا،

ان علمائون میں زیادہ تر وہی ہین جو اس کالج کے سندیافتہ ہین جسکی بنا سنہ ۸۴ء میں پوپ غریغوریس سیزدہم نے طلبا و مارونین کے لئے رکھی اور اسمین شک نہین کہ یہی کالج لغات و معارف سامیہ کی نشر و توزیع میں اٹلی، فرانس اور یورپ کے تمام دیگر شہرون میں سب سے زیادہ کام کرنیوالا تھا،

لیکن وہ شخص جسکی نسبت اگر یہ کہا جائے کہ اُسکی زندگی علوم شرقیہ اور علماے مغرب کے درمیان ایک حلقۂ اتصال گذری ہی تو بیجا ہوگا اور وہ یوسف سمعان السمعانی ہی وہ ابوالعلوم الشرقیہ اور وہ سب سے بڑا عالم ہی کہ جسکا مثل آج تک شام نے نہین پیدا کیا، سمعانی طرابلس میں سنہ ۱۶۸۷ء میں پیدا ہوا اور روما میں سنہ ۱۷۶۸ء میں فوت ہوا، اسکو پوپ نے دو مرتبہ مخطوطات اور کتب عربیہ کے جمع کرنیکے لئے ملک شام میں بھیجا، اور پھر اسکو کلیمنصوص دوازدہم نے کتبخانہ الفاتیکان کا مدیر ثانی مقرر کر دیا، پھر یہان سے اس نے سیکڑون سریانی، عربی، حبشی، ارمنی، فارسی، عبرانی اور یونانی زبانون کی قلمی کتابون کو طبع کرایا اور انکی اشاعت کی، اسکی تالیفات میں اہم ترین تالیف کتاب "المکتبۃ الشرقیہ" ہے جو اسوقت تک مستشرقین کا قبلۂ معلومات اور اُنکے استفادہ کے اہم ترین مصادر میں سے ہے،

اخبار علمیہ

برمنگھم کے ڈاکٹر کرینٹن واکر نے دعوی کیا ہے کہ وہ آیڈرینیلین نامی ایک دوا کی مدد سے مردہ کو زندہ کرسکتے ہین، یہ دوا حیوانات کے گردون کے غدود سے تیار ہوتی ہے، ڈاکٹر موصوف کا بیان ہے کہ وہ سنہ ۱۹۱۰ء سے اسکے تجربات میں مصروف ہین، اور اب تک ۲۰ مریضون پر خاصی کامیابی ہوئی ہے، اور ان میں سے ایک پر تو (بقول ڈاکٹر موصوف) پوری کامیابی ہوئی ہے اس مریض کا حال ڈاکٹر واکر نے تفصیل سے برٹش میڈیکل جرنل میں تحریر کیا ہے: اُنکا بیان ہی کہ مریض ایک گیارہ مہینہ کا بچہ تھا، اسپر ایک آپریشن (عمل جراحی) کیا گیا، اور بچہ مرگیا، مرجانے کی علامات یہ تہین کہ حرکت قلب بند ہوچکی تھی اور جسم سرد پڑچکا تھا، ڈاکٹر نے اسی دوا (Adrenalin) کی پچکاری دی، اور اس سے حرکت قلب چار منٹ بند رہنے کے بعد پھر جاری ہوگئی۔

چند ماہ ہوے اُٹاوا (کناڈا) میں جو امپریل پریس کانفرنس ہوئی تھی، اسمین شرکت کے لئے لندن کے مشہور روزنامہ ڈیلی میل کے مینیجنگ ایڈیٹر مسٹر کیمبل اسٹوارٹ بھی جہاز وکٹوریہ پر گئے تھے، اُنھون نے جہاز سے اپنے اخبار کو یہ لاسلکی پیام بھیجا کہ "قومی ترانہ (نیشنل انیتھم) کی آواز ۱۹۰۰ میل کے فاصلہ سے بذریعہ لاسلکی ٹیلیفون کے سُنائی دی"۔ لاسلکی ٹیلیفون کے اسقدر فاصلہ پر کام دینے کی یہ پہلی مثال ہے۔

امراض دماغی کے ایک ماہر نے باہر سے ایک مریضہ مسز ہبرلنگ کی بابت ایک رپورٹ بھیجی ہے جو سومنابولزم (بیداری نما خواب) کے عجیب مرض مین مبتلا ہین، انہین جب اس مرض کا دورہ پڑتا ہے تو انہین خواہ کتنی ہی مضبوطی کے ساتھ زنجیرون سے جکڑ دیا جائے اور ان مین قفل ڈالدیا جائے، وہ شب کو سوتے سوتے اٹھتی ہین، اور عجیب وغریب ترکیبون سے زنجیر، قفل، وغیرہ سب سے رہائی حاصل کرلیتی ہین، اور اسی خواب کی حالت مین شب خوابی کا لبادہ پہنے چلتی پھرتی اور سارے کام کاج کرنے لگتی ہین، تین مہینہ کے عرصہ مین پانچ مرتبہ ایسا ہوچکا ہے کہ وہ اپنی خوابگاہ سے بہت دور اسی عالم مین گشت کرتی ہوئی پکڑی گئی ہین، تین مرتبہ اسپتالون مین رکھی گئی ہین، مگر ابتک کچھ نفع نہین ہوا ہے، آخری مرتبہ جب وہ اسی عالم مین سڑک پر گشت کررہی تھین تو دوسری جانب سے ایک موٹر آرہا تھا مگر اسکی تیز روشنی اور آواز بھی انکو بیدار نہ کرسکین، اور وہ برابر اسی کی جانب خطِ مستقیم پر حرکت کرتی رہین، قریب تھا کہ موٹر انہین گرادے، کہ خود موٹر والون نے موٹر روک لیا، مسز ہبرلنگ کا بیان ہے کہ انہین اس مرض کی شکایت ۱۶ برس سے ہے جب سے کہ اُنکی شادی ہوئی ہے، گو ایک دورہ اس سے قبل بھی پڑ چکا تھا،

لندن یونیورسٹی سے ملحق ایک تاریخی دار العلوم اسکول آف ہسٹاریکل ریسرچ کے نام سے آیندہ جولائی مین کھلنے والا ہے جسکا مقصد اعلیٰ تحقیقات کو ترقی دینا ہوگا، افتتاح ۱۱ جولائی کو ہوگا، اور رسم افتتاح کے موقع پر تمام انگلستان، امریکہ وکناڈا کے اساتذہ تاریخ یکجا ہونگے، یہ اجتماع ایک ہفتہ تک رہیگا،

آخری سرکاری اعداد کے مطابق ہندوستان کے مختلف صوبون مین اُن جرائم کا تناسب جو پولیس کی دست اندازی کے قابل تھے حسب ذیل تھا:

برہما	۵۳۱	فی لاکھ آبادی
بمبئی	۴۵۴	"
بنگال	۴۴۴	"
مدراس	۴۰۸	"
صوبۂ متحدہ	۳۴۴	"
پنجاب	۲۵۶	"
آسام	۲۴۱	"
صوبۂ سرحدی	۲۰۲	"
بہار واڑیسہ	۱۶۰	"

ٹیگور کی تصانیف کے ترجمہ انگریزی، فرانسیسی، جرمن، سویڈش وغیرہ یورپ کی متعدد زبانون مین تو ہو ہی چکے تھے، حال مین اُنکا ترجمہ اسپینی زبان مین بھی شروع ہوا ہے، ہسپانوی مترجم خود بھی اسپین کا ایک نامور شاعر وادیب ہے،

ہندوستان کے جدید محققین ومکتشفین کی فہرست مین ایک اور اضافہ مسٹر پرمیشرن کے نام سے ہوتا ہے، موصوف مدراس کے رہنے والے ہین، مدراس یونیورسٹی سے آنرز لیکر گریجویٹ ہوے اور گورنمنٹ نے وظیفہ دیکر انہین انگلستان بھیجا، وہان کیمبرج کی کیونڈش

بیسوریٹری مین داخل ہوکر اُنھون نے طبعیات مین ناموری شروع کی، حال ہین اُنکے دو مضامین کو کیمبرج فلاسفکل میگزین مین شایع ہونے کی عزت حاصل ہوئی ہے جو علماے فن کے نزدیک ایک خاص امتیاز کی شئے ہے، اس سے بھی بڑھکر یہ کہ کارڈف مین برٹش ایسوسی ایشن آف سائنس کا جو آخری سالانہ جلسہ ہوا، اُسمین انکا بھی ایک مضمون پڑھا گیا اور وہ اہل فن کے نزدیک خاص وقعت کا مستحق قرار پایا۔

اسپایر یونیورسٹیز کانگرس کے جسکے معنی ان تمام یونیورسٹیون کی نمائندون کے اجتماع کے ہین جو انگریزی حکومت مین واقع ہین اجلاس آکسفرڈ مین ۵، ۶، ۷، ۸ جولائی کو منعقد ہونگے اور توقع ہے کہ ۸۰ یونیورسٹیون کے نمایندے اُن مین شریک ہون، ہندوستانی یونیورسٹیون کے نمایندے بھی سکے لئے روانہ ہورہے ہین، چنانچہ مدراس وکلکتہ یونیورسٹیون کے نام شایع بھی ہوچکے ہین، ان دونون یونیورسٹیون نے اپنے جو نمایندے رکھے ہین، ان مین تقریباً نصف ہندوستانی ہین، یہ کانگرس اپنی نوعیت مین دوسری ہے، پہلی یونیورسٹیز کانگرس کا اجلاس ۱۹۱۲ء مین بمقام لندن منعقد ہوا تھا، اس مرتبہ ہر یونیورسٹی مجاز ہے کہ زیادہ سے زیادہ اپنے چار سفیر (ڈیلیگیٹ) بھیجے، جنھین راے دینے کا حق ہوگا، اور دس نمایندہ (ریپریزنٹیٹو) رکھے جنھین راے زنی کا حق ہوگا۔

کانگرس کے مختلف نشستون کے صدر اصحاب ذیل ہونگے،

۵ جولائی، اجلاس صبح	لارڈ کرزن، چانسلر آکسفرڈ یونیورسٹی،
" " اجلاس شام	آنرایبل مسٹر بالفر چانسلر کیمبرج وایڈنبرا،
۶ " اجلاس صبح	لارڈ ہالڈین، چانسلر برسٹل یونیورسٹی،

۶ جولائی، اجلاس شام	لارڈ کریو، چانسلر شفیلڈ یونیورسٹی،
۷ " اجلاس صبح	لارڈ بالفر، چانسلر سینٹ اینڈریوز یونیورسٹی،
" " اجلاس شام	لارڈ شیفٹبری، چانسلر بلفاسٹ یونیورسٹی،
۸ " اجلاس صبح	لارڈ رابرٹ سیسل، چانسلر برمنگھم یونیورسٹی،
" " اجلاس شام	لارڈ کینن،

اجلاس کانگرس کا تختۂ نظام کار، مختلف یونیورسٹیون کے پرنسپلون اور وائس چانسلرون کی ایک جماعت کا مرتب کردہ ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعلیٰ تعلیم سے متعلق ہر قسم کے مسائل زیر بحث رہین گے، چند مضامین کے عنوانات یہ ہین،

(۱) "یونیورسٹیون مین مضامین نصاب کا توازن و تناسب"

(۲) "یونیورسٹیون مین بلدیات، سیاسیات ومعاشیات کی تعلیم"

(۳) "یونیورسٹیان اور تعلیم ثانوی"

(۴) "یونیورسٹیان اور بالغون کی تعلیم"

(۵) "یونیورسٹیان اور صنعتی تعلیم"

(۶) "یونیورسٹیان اور تحقیقات عالیہ"

اس قسم کے مضامین کے علاوہ یونیورسٹیون کے باہمی تعلقات، نیز اُنکے مالی وانتظامی مسائل کے ہر پہلو پر گفتگو ہوگی۔

لندن کے ایک پادری صاحب نے اپنے ذاتی موٹر کار کو اپنی معقول آمدنی کا ذریعہ

اس طرح پر بنالیا ہے کہ اُسکے پشت، رُخ، اور بازوؤن پر جتنی خالی اور نمایان جگہ ہے سب کو
پُر کرنے کے لئے تاجرون اور کارخانہ دارون سے اشتہارات حاصل کرلئے ہین، اُنکے موٹر کی
ہر خالی جگہ پر "ضرورت ہے" "کرایہ کے واسطے" "خریدار چلو" "قابل فروخت ہے" وغیرہ کے
عنوانات نظر آتے ہین، اور جسوقت انکا موٹر کسی طرف گذرتا ہوتا ہے، صدہا تماشائی اس
عجیب منظر کو دیکھنے کے لئے جمع ہوجاتے ہین، ان اشتہارون کی اُجرت سے پادری صاحب
نہ صرف موٹر کا خرچ نکال لیتے ہین بلکہ اس آمدنی سے کچھ بچا بھی لیتے ہین،

اشتہارات کے سلسلہ مین یہ کہنا بے محل ہوگا کہ ندرت اور جدت کے لحاظ سے جاپانی
اشتہارات اپنا جواب نہین رکھتے، نمونہ کے طور پر بعض اشتہارات کے اقتباسات یہان
بیان درج کئے جاتے ہین:-

"ہماری دوکان سے مال کی روانگی اس سرعت سے ہوتی ہے کہ توپ کا گولہ بھی اسکا مقابلہ
نہین کرسکتا۔

"خریدارون کے ساتھ ہم اس خاطر مدارت سے پیش آتے ہین جو دو رقیب اپنے معشوق
کے ساتھ کرتے ہین"

"پارسل ہم اس محبت سے تیار کرتے ہین جیسے بیوی اپنے شوہر کے لئے کرتی ہے"

"ہمارے کارخانہ کی ریشم اور ململ ایسی صاف، چکنی اور ملائم ہوتی ہے کہ گویا کسی معشوق کے
رخسار ہین"

مورخین کا خیال ہے کہ دنیا مین سب سے پہلے جس شہر کی آبادی دس لاکھ تک پہنچی

وہ شہر بابل تھا۔

دنیا کی سب سے بیش قیمت گھڑی پاپائے روم کی ملک مین ہے، یہ جواہرات کی
بنی ہوئی ایک ٹایم پیس ہے، اور اُسکی قیمت کا اندازہ کم از کم ۴۰ ہزار پونڈ (چھہ لاکھ روپیہ)
کیا جاتا ہے،

برٹش موزیم (لندن) مین کتابون کی جو عظیم الشان تعداد ہے اسکا اندازہ اس سے
کیا جا سکتا ہے کہ صرف انجیل کے نسخون کی تعداد ہی ۱۶ ہزار ہے۔

معاشیات کے ایک ماہر نے اندازہ کیا ہے کہ دنیا مین شکر کا سالانہ خرچ درمیان
ایک کرور ۸۰ لاکھ اور ایک کرور پچاس لاکھ ٹن (ایک ٹن ۲۷ من کے مساوی ہوتا ہے)
کے ہے۔

دہلی کا تیس ہزاری میدان جو مدت سے پولیس پریڈ کے میدان کا کام دے رہا تھا
شاہان مغلیہ کے زمانہ مین ایک وسیع باغ تھا، اِدھر چند سال سے جب سے دہلی کو
از سرِ نو پایہ تخت بنایا گیا ہے، اس میدان مین مختلف سرکاری و نیم سرکاری تقریبات
ہوتی رہین، اور ان ضروریات سے اُسکے مختلف حصے برابر کھودے جاتے رہے، اور میان
مین ایک بڑا سا تودہ تھا، حال مین اُسے چند مزدور کھود رہے تھے کہ اس تودۂ خاک کے اندر
ایک پختہ عمارت نظر آئی، اُسے کھودا تو معلوم ہوا کہ مقبرہ ہے، افسران محکمۂ آثار قدیمہ کو اطلاع

ہوئی، اور اُنھون نے اسے اپنے تحفظ مین لیلیا، ان لوگون کا بیان ہے کہ یہ مقبرہ اورنگ زیب کی نامور شہزادی زیب النساء کا ہے، جسکے حسن و جمال، علم و فضل کے صدہا افسانے لٹریچر کا جزو ہوگئے ہین، پانیر (۵- فروری) کا خاص نامہ نگار ان مین سے بعض قصون کو دہراتا ہے،

ایک سائنس دان کا بیان ہے کہ اگر سطح سمندر کو ۶ ہزار فٹ پست تر کردیا جاے تو افریقہ سے بڑا براعظم، قطب جنوبی کے قریب ہویدا ہوجائیگا، اور شمالی امریکہ کے ڈانڈے ایک طرف یورپ وانگلستان سے بذریعہ گرین لینڈ و آئس لینڈ کے، اور دوسری جانب ایشیا سے بذریعہ ابناے بیرنگ کے ملجائین گے، لیکن سمندرون کی وسعت مین کوئی قابل لحاظ فرق نہ پیدا ہوگا، اسی طرح اگر سمندر کو ۱۳۲۰۰ فٹ (۲½ میل) اور گہرا کردیا جاے تو ایشیا، افریقہ، اسٹریلیا، و جنوبی امریکہ سب ملجل کر ایک عظیم الشان براعظم بنجائیگا، لیکن اسپر بھی سطح ارض کے نصف سے زاید حصہ پر پانی روان رہیگا، البتہ اگر سطح سمندر کو ۱۸۴۸۰ فٹ (۳½ میل) عمیق کردیا جائے، تو موجودہ براعظمون کا وجود نہ قائم رہ سکیگا، بلکہ صرف شمالی بحر اٹلانٹک کا جانشین ایک بڑا سمندر، اور جنوبی اقیانوس کا ایک چھوٹا سمندر رہ جائیگا، اور افریقہ و امریکہ کے درمیان چند چھوٹے چھوٹے بحری قطعے رہجائین گے، بحر روم کے بیشتر حصہ کی گہرائی ایک میل سے کچھ ہی زاید ہے، بحر اقیانوس تین بڑے حصون مین تقسیم ہے، وہ جہان سب سے گہرا ہے، قریب پانچ میل کے ہے، اور جہان سب سے کم گہرا ہے، قریب دو میل کے ہے، اسکی عمیق گہرائیون مین روشنی کا نشان تک نہین، بجز ان جانورون کے جن سے فاسفورس کا چمکدار مادہ از خود خارج ہوتا رہتا ہے، حیات نباتی کا وجود ممکن نہین، حیات حیوانی کا وجود البتہ پایا جاتا ہے وہ بھی بہت محدود تعداد مین۔ (پاپولر سائنس سفٹنگز)

پروفیسر آرتھر کیتھ، اف، آر، اس نے حال مین انسان کی تاریخ پر لندن مین ایک لکچر دیا، جسمین مختلف اثری و ارضی شہادتون کے پیش کرنے کے بعد اُنھون نے آخری نتیجہ یہ نکالا کہ انسان کو موجودہ انسانی شکل مین آئے ۱۵ لاکھ سال گذر چکے ہین۔

امریکہ مین ایک شخص کی ایک پسلی گھوڑے کی لات سے ٹوٹ گئی تھی وہ لن جنرل ہسپتال مین آیا، وہان ڈاکٹرون نے گاے کی ایک پسلی کے ۱۴ انچ کے ٹکڑے کو ۲۴ گھنٹہ جوش دیکر انسان کے جسم مین رکھدیا۔

ادبیات

محسوساتِ جوش

جناب شبیر حسن صاحب جوش ملیح آبادی

شورِ آبادی مین سناٹا سا ویرانون مین ہے
کتنی شیرینی تری قدرت کے افسانون مین ہے

ہنس رہے ہین پھول، طالع ہو رہا ہی آفتاب
تاجپوشی "صبح" کی رنگین گلستانون مین ہے

جھوم کر برسی ہی کیا برسات کی پہلی گھٹا
روشنی ہی دشت مین خوشبو بیابانون مین ہے

روح اگر حسن مین تحلیل نہو
باطنی علم کی تکمیل نہو

ایک اک بات پہ برسون الجھین
اتنی باریک بھی تخئیل نہو

دل کا ہر سانحہ بیساختہ یاد آتا ہے
جھپٹا دفت ہی، میدان ہی، سناٹا ہے

آنکھون مین نیند لائے، کہانی ہی کیون نہو
مرنا ہے خوب عہد جوانی ہی کیون نہ ہو

اسقدر خائف ہے دل آرام سے
کانپ اٹھتا ہون خوشی کے نام سے

شوق ناقص، خیال مہمل ہین
پھر یہ دعوی کہ "ہم مکمل ہین"

کیا گذرتی ہین تیز اور خاموش
فرصتین گرمیون کی بادل ہین

سینے کو جگمگا دے لذت فروز ہو جا
اے روح مشتعل ہو لبریز سوز ہو جا

دیدار سے جلا کر آنکھون کو روشنی دے
پہلو مین رہنے والے! نظارہ سوز ہو جا

جو بیامی گیا خجل آیا
ہائے کس بیوفا پہ دل آیا

اپنے پہلو پہ کی نظر ہم نے
جب کسیکا کسی پہ دل آیا

صبر کی طاقت جو کچھ دل مین ہی کھو دیتا ہون مین
جب کوئی ہمدرد ملتا ہی تو رو دیتا ہون مین

تم نہین ہین ہون، مین نہین تم ہو
صاف کہہ دون تو اک تلاطم ہو

وعدہ نہین ہے ایک علالت کا جام ہے
ایفائے عہد روح کی صحت کا نام ہے

باب التقریظ والانتقاد

فلسفہ جذبات

از

مولوی عبدالماجد صاحب بی، اے

"فلسفہ جذبات" اپنے مصنف کے قلم کی پہلی کتاب ہے، اسکا پہلا ایڈیشن (ایکہزار کی تعداد مین) انجمن ترقی اردو کی طرف سے ۱۴ء مین شایع ہوا تھا، اور ۱۸ء کے اختتام سے پہلے ہی دوسرے ایڈیشن کی ضرورت محسوس ہو چکی تھی، جو ۲۱ء مین ہمارے ہاتھون تک پہنچا ہے، جس زبان کے بولنے کے سات کرور انسان مدعی ہون اسمین کسی حقیر سے حقیر کتاب کے بھی پانچ برس کے اندر ایک ہزار نسخون کا نکل جانا مطلق حیرت کی بات نہونی چاہیئے، لیکن اگر اس زبان کی کس مپرسی کا یہ عالم ہو کہ اسکے بڑے سے بڑے مشاہیر مصنفین کی نسبتہً زیادہ عام کتابون کے ایڈیشن بھی ہزار ہی دو ہزار کی تعداد مین چھپتے ہون تو کسی نوجوان مصنف کی پہلی اور ایک خالص علمی کتاب کے ایک ہزار نسخون کا ۵ سال کی مدت سے کم مین نکل جانا، یقیناً اسکی مقبولیت کی دلیل ہے، جسپر ہم "فلسفہ جذبات" کے مصنف کو مبارکباد دیتے ہین۔

اردو مین اور بھی ایک آدھ درجن ایسے خوش قسمت اہل قلم ملجائین گے جنکی زندگی ہی مین اُنکی بعض کتابون کے ایک سے زاید بار طبع ہونے کی نوبت آئی ہے، لیکن اُنکی طبع ثانی طبع اول کی ہوبہو نقل ہوتی ہے، اور فلسفہ جذبات ہماری زبان مین غالباً پہلی

کتاب ہے جسکے مصنف کے ارتقاے فکر نے اُسکے جدید اڈیشن مین اتنا رد و بدل کر دیا ہی کہ اشاعت اول کے پڑھ چکنے والے بھی اس سے کافی استفادہ کر سکتے ہین۔

آخر مین ایک بالکل نیا باب حکماے ہند کے فلسفہ جذبات کا بڑھا یا گیا ہی، حکماے ہند سے مراد ہندو حکما ہین، حکماے ہند و مغرب کے علم النفس مین اصولی اختلاف اسطرح بیان کیا گیا ہے کہ

"حکماے مغرب کے نزدیک نفس کے عناصر ثلثہ وقوف، احساس و ارادہ ہین حکماے ہند نفس کی تحلیل عناصر ذیل مین کرتے ہین، وقوف، خواہش، (اِچّھا) وسعی (کریا) مغربی فلسفہ مین ارادہ کے دانڈے خواہش سے ملے ہوتے ہین، بلکہ گویا دونون الفاظ مرادف ہین،[1] بخلاف اسکے ہندی فلسفہ مین ارادہ سے بالکل علیحدہ خواہش کو ایک مستقل عنوان قرار دیا گیا ہے، اور ارادہ کے بجاے تیسری کیفیت سعی کو قرار دیا گیا ہے، جسکے مفہوم کے تحت مین عمل بھی داخل ہے، جذبات کا ماخذ خواہش ہے۔"

لیکن اس جدید باب کے اضافہ سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ آجکل کے حکماے مغرب کی طرح حکماے ہند نے علم النفس پر مستقل کتابین لکھی تھین، جس سے اس باب کے معلومات ماخوذ ہین، ہندوستان کے قدیم حکما کے افکار زیادہ تر مباحث الٰہیات پر مقصور تھے، اور وہ بھی خصوصیت کے ساتھ مذہبی نقطۂ نظر کی ماتحتی مین۔ البتہ ان اسلاف کے سپوت اخلاف (بابو بھگوانداس صاحب وغیرہ) نے اپنی کاوشون سے منتشر ذرات کو یکجا کر کے ایک محسوس حقیقت بنا دی ہے۔

تاہم خود اس ایک باب ہی کے پڑھنے سے پتہ چل جائیگا کہ ہندی حکما کا نظریۂ جذبات

[1] علی العموم شاید حکماے مغرب بھی خواہش و ارادہ کو ہم معنی نہین سمجھتے۔

خالص علم النفسی تحقیقات پر نہین بلکہ الٰہیاتی افکار پر مبنی ہے، چنانچہ ایک اعتراض کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ

"پھر چونکہ الٰہیات مین یہ مسلم ہے کہ ہر نفس کو اپنی زندگی مین تمام ممکن تجربات سے ہو کر گذرنا پڑتا ہے، اسلئے یہ لازمی ہے کہ ہر زمانہ مین کچھ نفوس ایسے ضرور رہون جنکو بذل و ایثار مین وہی لطف آتا ہو جو دوسرون کو تمتع و استیثار مین آتا ہے،"

اسی باب کا آخری پیراگراف یہ ہے:-

حکماے مغرب کی تحقیقات متعلق بہ جذبات صرف انسان، اور ایک حد تک بعض اعلی حیوانات تک محدود ہے، لیکن حکماے ہند کہتے ہین کہ شعور تمام موجودات کائنات مین بہ اختلاف مدارج یکسان ہے، اور اسلئے جذبات بھی مدارج کی کمی و بیشی کے ساتھ جسطرح انسان مین پاے جاتے ہین، اسی طرح حیوانات، نباتات و جمادات سب مین موجود ہوتے ہین، ویدانت کی تعلیم یہ ہے کہ ایک روح برتر ایسی ہے جو کائنات کے ذرہ ذرہ مین یکسان حلول کئے ہوئے ہے، فرق صرف یہ ہے کہ کہین اسکا قالب بالکل سادہ و بسیط صورت مین ہوتا ہے اور کہین زیادہ شاندار و مرکب صورت مین عقل و ادراک تک بجاے خود بالکل بے شعور و بے حس ہے، مگر وہ روح سرمدی جو تمام عالم مین سرایت کئے ہوے ہے، وہی اسکو بھی اسقدر شاعرہ و صاحب حس بناتی ہے۔

اس بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ حکماے ہند کا "فلسفہ جذبات"، صحیح معنی مین "الٰہیات جذبات" ہے، اور اسی لئے اسکو نفسیات جذبات کے بجاے "فلسفۂ جذبات" کے نام سے تعبیر کرنا زیادہ قریب صحت ہے، کتاب کے باقی ابواب و مباحث تمام تر خالص نفسیات مغربی کی تحقیقات پر مبنی ہین، اسلئے "فلسفۂ جذبات" کی جگہ اسکا زیادہ مناسب نام نفسیات جذبات

ہوگا، در اصل یہ کتاب علم النفس ہی کی متداول کتابون کا صرف ایک باب ہے جسکو مصنف نے شرح و بسط کے ساتھ ایک مستقل و دلچسپ کتاب بنا دیا ہے،

پوری کتاب ڈھائی سو صفحات کی ہے جو مقدمہ کے علاوہ ۱۴ ابواب اور ایک ضمیمۂ وضع اصطلاحات پر مشتمل ہے، آخر مین انگریزی اردو اصطلاحات کا ایک فرہنگ ہے۔

مقدمہ مین علم النفس کے عالمگیر منافع و فضائل کا بیان ہے، باب اول و دوم مین نفس کی عام تشریح و تعریف اور عضویاتی پہلو سے بحث ہے، باقی باب ۶ تک اصل نظریہ جذبات کے متعلق مشترک مباحث ہین، جنمین جذبات کی ماہیت ارتقاء و انحطاط وغیرہ پر گفتگو ہے، اسکے بعد سات سے بارہ تک "غم و مسرت، خوف، غضب، الفت و ہمدردی، انانیت اور شہوت سے الگ الگ مستقل ابواب کی تحت مین بحث کیگئی ہے، باب ۱۳ مین اختلال جذبات" یعنی جذبات کی غیر طبعی حالت کے اسباب و احوال کا ذکر ہے، سب سے آخری باب وہی "حکماے ہند کا فلسفۂ جذبات" ہے۔

علمی مسائل کی توضیح و تعبیر مین زبان کی صفائی و سلاست مصنف فلسفۂ جذبات کا مخصوص حصہ ہے، جسکا اندازہ تم کو اوپر کے اقتباسات سے ہو سکتا ہے، جسکو کچھ بھی سنجیدہ علوم سے ذوق ہے، شروع سے آخر تک کتاب کو دل لگا کر پڑھ سکتا ہے۔

کتاب کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مصنف نے اگرچہ "اس رسالہ کا مقصود مغرب کے مسلم علماے فن کی ترجمانی" رکھا ہے۔ لیکن "یہ ترجمانی" محض مقلدانہ نہین ہے، بلکہ مصنف نے غور و فکر اور ذاتی تجربہ و مشاہدہ ہے، علماے مغرب کے نظریات کی تصدیق کی ہے، ماہیت جذبات کے ایک اہم اخلاقی مسئلہ مین اپنے ایک ذاتی تجربہ کا حال اس طرح بیان کیا ہے:-

"اس ضمن مین یہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے کہ مولف ہذا نے ایک لڑکے پر عمل ہپناٹزم کرکے اس سے فرمائش کی کہ اسکی زبان خشک ہوجاے، چہرہ زرد پڑجاے، دل ڈھرکنے لگے، جسم مین رعشہ پڑجاے، غرض احکام ہپناٹزم کے ذریعہ سے اس پر تمام علامات خوف طاری کردیئے، لیکن خود خوف یا دہشت کا کوئی لفظ زبان سے نکالا تک نہین مگر جب معمول بیدار ہوا، اور اس سے خواب ہپناٹزم کی سرگذشت دریافت کیگئی تو اُس نے بیان کیا کہ وہ حالتِ خواب مین کسی چیز سے ڈرگیا تھا، مگر جب یہ دریافت کیا گیا کہ وہ کس شے سے ڈرگیا تھا؟ تو اُسکا جواب وہ صرف یہ دیکا کہ "خود بخود" جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر مصنوعی ذرائع سے وہ آثار جسمانی پیدا کردیئے جائین جو حالت خوف مین قدرتی طور پر پیدا ہوتے ہین، تو بغیر کسی واقعی محرک خوف کے، خوف کی جذبی کیفیت ازخود وجود مین آجاتی ہے، اور اسی جذبۂ خوف پر دیگر جذبات کو بھی قیاس کرنا چاہیئے، مولف ہذا نے ہپناٹزم کے ذریعہ سے متعدد بار اس قسم کے تجربات کیئے اور ہر مرتبہ اسی نتیجہ کی تصدیق ہوئی"۔

محاسنِ طباعت کی نسبت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بہ حیثیت مجموعی طبع ثانی طبع اول سے بہتر نہین ہے، علاوہ اغلاط کتابت وغیرہ کی موجودگی کے کاغذ بھی کتاب بھر مین شاید ایک قسم کا نہین لگایا گیا ہے، جس سے کافی بدنمائی پیدا ہوگئی ہے، ٹائیٹل پیج کا رنگ (سرخ) بھی کچھ علمی کتاب کے لئے مناسب نہین ہے۔

قیمت کے لئے سرورق کے ایک زاویہ مین صرف لفظ "قیمت" لکھا ہے، ملنے کا پتہ دفتر انجمن ترقی اُردو، اورنگ آباد (دکن) ہے،

اُردو

ہماری زبان کی سب سے قدیم خدمتگذار مجلس "انجمن ترقی اُردو" ہے، اس سال سے اس نے اپنی خدمات مین ایک نئے باب کا اضافہ کرنا چاہا ہے، جسکی اولین قسط ہمارے سامنے ہے، یہ "اُردو" نام کا سہ ماہی رسالہ ہے، جو اسکی طرف سے نکلا ہے، اردو مین اس سے پہلے غالباً کوئی سہ ماہی رسالہ کبھی نہین نکلا، اس بدعت حسنہ کا ہم دل سے خیر مقدم کرتے ہین۔

اُردو کا "آغاز" ہی پڑھنے سے خیال ہوتا ہے کہ اسکے دربار مین نہ حالی و آزاد (مولوی محمد حسین) کی صف مین شبلی کی جگہ ہے، اور نہ "حسن" "دکن ریویو" کے ساتھ الندوہ کے نام سے یہ اپنی زبان قلم کو آلودہ کرنا چاہتا ہے۔ اسلئے یقیناً معارف کی تعریف و تنقیص دونون سے اسکا مرتبہ ارفع ہوگا، تاہم ہم اپنا معاصرانہ فرض ادا کرنے مین عتبۂ شبلی کی کوئی کسر شان نہین سمجھتے۔

رسالہ کی ضخامت ۸۶ صفحات ہے، کاغذ نہایت عمدہ استعمال کیا گیا ہے، لکھائی چھپائی بھی نہایت روشن و جلی ہے، تقطیع ۲۰ × ۳۰ ہے، قیمت فی نمبر ۸ /عہ ہی، سالانہ ممکن ہے کچھ کم ہو۔

"یہ رسالہ خالص ادبی ہوگا، کشکول نہوگا، جسمین ہر قسم کے رطب و یابس اور اُغل بے جوڑ مضامین بھر دیئے جاتے ہین، کوئی خاص مقصد پیش نظر نہین ہوتا، پیشانی پر صرف اتنا لکھدینا کافی ہے، ادبی، اخلاقی، معاشی، تاریخی، سیاسی رسالہ... مگر انجمن کا رسالہ ادب اور اسکے تعلقات سے آگے بڑھنا نہین چاہتا"۔

یہ ایک ورق کی "محکم گیری" یقیناً قابل اعتراض نہین ہے، نہ اسمین شبہہ ہے کہ یہ میدان

باوجود تنگی کے بہت کچھ وسعت رکھتا ہے، اور بجاے خود ایک عالم ہے۔ لیکن موقت ادبیات (پیریاڈیکل لٹریچر) مین چاہے وہ "ماہوار" ہو یا "سہ ماہی" کچھ نہ کچھ اخبار و شذرات (نوٹس وغیرہ) کا ہونا مناسب ہوگا، اور اسمین بھی خالص ادبی ہی حدود کی پابندی قائم رہ سکتی ہے، یورپ مین کثرت سے سہ ماہی رسایل نکلتے ہین، ان مین بھی عموماً اخبار و شذرات کا ایک جزو ضرور ہوتا ہے، "اُردو" مین اس جزو کی ایک سطر بھی نہین رکھی گئی ہے جس سے بجاے موقت رسالہ کے یہ مجموعہ مضامین کی ایک کتاب معلوم ہوتا ہے،

ایڈیٹر اُردو کے بعض احباب یہ فرماتے ہین کہ ہمارے ہان کی آب و ہوا، ایسے بلند پایہ رسالون کے لئے راس نہین۔ اسکی وجہ وہ ناظرین کی ناقدردانی سمجھتے ہین، لیکن ہمارا تجربہ ہے کہ اس ناقدردانی سے بھی بڑھکر ہماری زبان مین بلند پایہ اہل قلم کی نایابی اسکا باعث ہوتی ہے، شاید یہ ہماری کوتاہ نظری ہو، اسلئے کہ ہمارے جدید معاصر کی نگاہ مین ایسے حضرات بھی موجود ہین" جو کسی بلند پایہ رسالہ کے ہونے سے اپنے خیالات کے اظہار مین مضائقہ کرتے ہین، خدا کرے ایسا ہی ہو! گو خود اس پہلے نمبر سے اس اُمید کے قائم کرنے مین ہمت افزائی نہین ہوتی۔

اس نمبر مین چھوٹے بڑے آٹھ مختلف مضامین ہین، جنمین ایک جناب نواب عماد الملک صاحب بلگرامی کے اُس انگریزی مضمون کا ترجمہ ہے جو آج سے پچاس سال پہلے وضع مصطلحات پر لکھا گیا تھا۔ آجکل جب اُردو مین جدید علوم منتقل ہو رہے ہین، اسکا پڑھنا استفادہ و دلچسپی سے خالی نہوگا، ایک مضمون "مصنفین و شعراے تیموریہ" کے عنوان سے ہے جو پروفیسر براؤن کی "تاریخ ادبیات ایران" جلد سوم کے ایک ٹکڑے کا ترجمہ ہے ایک مفید و مختصر مضمون اُردو رسم الخط کی اصلاح سے متعلق ہے، جو لندن کے ایک انگریزی

رسالہ مین عبد اللہ ابن یوسف علی صاحب کے قلم سے نکلا تھا۔

ان کے علاوہ جو مضامین براہ راست اردو زبان کی ملک ہین، ان مین ایک "مقدمہ نکات الشعرا" جو مولانا حبیب الرحمن خان شروانی نے نکات الشعراء (تذکرہ شعراے اردو از میر) پر لکھا تھا، اور جو اصل کتاب کے ساتھ مدت ہوئی شائع ہو چکا ہے۔

سب سے بڑا مضمون جو قریباً ۶۰ صفحون کی وسعت کو محیط ہے وہ ہے جو ڈاکٹر عبد الرحمن بجنوری مرحوم نے "بطور مقدمہ کے غالب کے کلام پر تبصرہ لکھنا شروع کیا تھا" یہ محاسن کلام غالب کے زیر عنوان درج کیا گیا ہے۔ عام ناظرین "اردو" کی سطح فہم سے تو یہ مضمون بہت بلند ہوگا، لیکن غالب کے خاص شیدائیون کو اسکا مطالعہ ضرور کرنا چاہئیے، غالب کی عظمت مین کلام نہین، نہ اسمین شبہہ ہے کہ وہ اکثر ایک زبردست فلسفی شاعر کی زبان مین باتین کرتے ہین۔ لیکن مرحوم ڈاکٹر نے ذرا افراط پسندی سے کام لیا ہے جس سے گمان ہوتا ہے کہ شاید غالب نے جدید فلسفہ و سائنس، ریاضیات و طبعیات سب کچھ پڑھکر شاعری مین قدم رکھا تھا۔

یہ مضمون غالب اور اپنی دونون کی اہمیت کے لحاظ سے مستقل تنقید کا مستحق ہے جسکی گنجائش رسالہ کی ضمنی تنقید مین افسوس ہے کہ نہین نکل سکتی۔ اگر اُردو کے بجاے یہ انگریزی زبان مین لکھا گیا ہوتا، تو ہم سے زیادہ اغیار اسکے ذریعہ سے غالب کے مرتبہ کو پہچانتے!

"انجمن ترقی اردو" نے ایک نہایت ضروری کام یہ کیا ہے کہ اردو مین مختلف علوم و فنون کے جو اصطلاحات ابتک پیدا ہو چکے ہین، انکو ۶۰۰۰ کی تعداد مین یکجا کر لیا ہے اور انکے ایک حصہ کو (متعلق طبعیات) اہل بصیرت سے استصواب کے لئے اس

رسالہ مین شایع کیا ہے، ان اصطلاحات مین اسمین شک نہین کہ ابھی بکثرت خامیان ہین، اور کافی اصلاح وترمیم کی ضرورت ہے، امید ہے کہ جو لوگ اس کام کا کچھ ذوق رکھتے ہین وہ اس استصواب پر لبیک کہکر انجمن کا ہاتھ بٹائین گے۔

مگر ہمارے نزدیک اگر اس استصواب راے ومشورہ کو اسی رسالہ کی اقساط کے ساتھ جاری رکھا گیا تو اسمین سالہا سال لگ جائین گے۔ حالانکہ ضرورت اسکی ہے کہ جو اصطلاحات پیدا ہو گئے ہین، ان پر اہل الراے طبقہ کی ایک جماعت کی نظر ثانی کرا کے، جلد سے جلد ایک "قاموس اصطلاحات" حاجتمندون تک پہنچ جائے، پھر اسپر اضافہ ہوتا رہیگا۔

ان مذکورہ بالا ذخائر ادبیہ کے علاوہ تین چھوٹے چھوٹے مضمون اور ہین۔

(۱) "قدیم یونانی علم ادب"۔ از سید ہاشمی صاحب جسکا سلسلہ ابھی آیندہ چلیگا۔

(۲) "تجویز بقاے اردو"۔ از سید غلام بھیک صاحب نیرنگ،

(۳) "جامعہ عثمانیہ"۔ از "معلم"

سب سے اخر مین انجمن کی "مختصر ششماہی رپورٹ" ہے۔

ابھی معارف پریس ہی مین تھا کہ اُردو کا دوسرا نمبر ہم تک پہنچگیا ہے، یہ اپنے مقاصد کے لحاظ سے نقش اول سے بہتر ہے، اسمین سالانہ قیمت کی تصریح ہے، عام خریدارون سے ۱۲مے، اور ارکان انجمن سے ہعہ،

ملنے کا پتہ: انجمن ترقی اُردو، اورنگ آباد دکن ہے۔

مطبوعات جدیدہ

التنقیح فی ولادۃ المسیح، مولوی حافظ امام الدین صاحب گجراتی نے مسئلہ ولادت مسیح پر یہ رسالہ لکھا ہے جسمین اس ایک بنیادی اصول کی بنا پر کہ تولید انسانی کا یہ فطری قاعدہ خداوند کریم نے مقرر کیا ہے کہ مرد اور عورت کا اجتماع ہو اور اسکے خلاف تسلیم کرنے کے معنی یہ ہین کہ فطرت الٰہی کی تکذیب کیجائے، اسلئے ولادت مسیح کی نسبت جو راے ایک مدت سے اسلامی دنیا مین تسلیم کرلیگئی ہے وہ یقیناً غلط فہمی اور عدم تدبر فی القرآن کا نتیجہ ہے، کتاب کے پہلے حصہ مین قرآن مجید کی ان تمام آیات کو یکجا کر کے جنمین تخلیق انسانی کی نسبت کسی حیثیت سے بھی گفتگو کیگئی ہے، اس عام اور غیر متبدل قانون فطرت کو اور زیادہ موکد ومدلل کر دیا گیا ہے

دوسرے حصہ مین سورۂ آل عمران، سورۂ مریم اور دوسری سورتون کی آیات متعلقہ ولادت مسیح پر بحث کیگئی ہے، اور مصنف نے ہر پہلو سے اس عام اصول تخلیق انسانی کی تائید و تاویل کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بھی بغیر والد کے پیدا نہین ہوے، اسی ضمن مین ان تمام امور مذکورۂ آیات کی تاویل وتوضیح بھی کیگئی ہے جو بالواسطہ یا بلاواسطہ مصنف کے مقصد کے خلاف ہو سکتی ہین، مثلاً مسئلہ ادعاے نبوت مسیح فی المہد اور تکلم فی المہد، سلسلۂ بیان مین جا بجا سر سید مرحوم کے مضامین وتفسیر سے بھی استدلال کیا گیا ہے اور ایسا کرنا ناگزیر تھا کیونکہ یہ مسئلہ انہی کی تفسیر کی صداے بازگشت ہے، صفحے ۱۳۵، کاغذ سفید لکھائی چھپائی اچھی، قیمت عمر، پتہ

زچہ اور بچہ، زچہ اور بچہ کے ابتدائی حالات نہایت سخت احتیاط اور کافی نگرانی کے

محتاج ہوتے ہین، زیر تبصرہ کتاب اسی مقصد کو پیش نظر رکھکر لکھی گئی ہے، اسکے دو حصے ہین پہلے حصہ مین یہ مباحث ہین، معمولی حمل، حاملہ کی عام احتیاط، حمل کی خرابیان، حمل کا گرجانا، اور بچہ کا مردہ پیدا ہونا، زچہ خانہ کا انتظام، زچہ کی خبرگیری، زچہ کا بخار، اور اسکے روکنے کی تدبیرین، دوسرے حصہ مین حسب ذیل مضامین ہین، بچے کسطرح بڑہتے ہین، بچے کی خبرگیری، بچے کو دودھ پلانا، کچے یا ادہورے بچے، بچے کی معمولی بیماریان، اصل کتاب انگریزی زبان مین ہے جسکو سید اظہر علی، ایم، اے، منشی فاضل نے انجمن بہبودی مادران و بچگان ہند کے لئے ترجمہ کیا، اور باہتمام لالہ ٹہاکر داس اینڈ سنز دلی پرنٹنگ ورکس دہلی مین چھپکر شایع ہوئی، تقطیع چھوٹی، صفحے ۹۸، کاغذ سفید، لکھائی چھپائی عمدہ، قیمت ۱۲ار-

حضرت اویس قرنی، حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی سوانحمری، غالباً پیش نظر رسالہ اس سلسلہ کی پہلی کڑی ہے، جسمین تمہیدی بیانات، حضرت اویسؓ کے خاندان کے ابتدائی حالات، اور انکے قبول اسلام تک کے مباحث درج ہین، تاریخی و تنقیدی بیانات خاص طور سے قابل غور ہین، تاہم رسالہ دلچسپیون سے خالی نہین، ارباب محبت کے لئے ایک نغمہ شوق ہے جسکو سنکر ہر شخص سبحان اللہ و ماشاء اللہ کی صدا بلند کرنے پر مجبور ہوگا، مرتبہ مولانا مناظر احسن صاحب گیلانوی دیوبندی، صفحے ۴۶، کاغذ، سفید، لکھائی چھپائی عمدہ، قیمت ۵ر علاوہ محصول ڈاک، پتہ: محمد عبد الرحمن کتبخانہ قادریہ موچی بازار نمبر ۹۴ سکر بنگلور-

تحریم شراب، موجودہ زمانہ مین ملک و قوم نے ترک مسکرات کی طرف جو قدم اٹھایا ہے ہمین امید ہے کہ انکی اس رفتار کو پیش نظر رسالہ اور زیادہ تیز کردیگا، مولانا عبد السلام ندوی نے خاص اسی مقصد کو پیش نظر رکھکر اسکو تحریر فرمایا ہے، اور اسمین مذہبی، معاشرتی، اخلاقی اور طبی حیثیت سے شراب کے نقصانات دکہائے ہین، صفحے ۲۲، قیمت ۳ر مع محصولڈاک، پتہ: دار المصنفین اعظم گڈہ

جلد ہفتم | ماہ رمضان و شوال سنہ ۳۹ھ مطابق مئی و جون سنہ ۲۱ء | عدد پنجم و ششم

مضامین

معارف کے اکثر خریدارون کا سال جون مین پورا ہوجاتا ہی، جولائی کا پرچہ وی، پی سے جاری ہوگا، جو صاحب آیندہ جاری نہ رکھنا چاہین از راہ عنایت پہلے سے مطلع فرمائین کہ دفتر وی، پی کے مصارف و زحمت سے محفوظ رہے، بلکہ منی آرڈر سے چندہ بہیجدینا زیادہ بہتر ہوگا اسلئے کہ ڈاکخانہ کے جدید قواعد کے رو سے وی، پی کا خرچ بڑہگیا ہی جس سے منی آرڈر کی صورت مین آپ بچ سکتے ہین۔ "منیجر"